تعلیم الایمان

صفت ''ھادِی''
پر غور و فکر کا طریقہ

(وحی یا مذہب کی ضرورت کیوں ہے؟)

تصنیف
عبداللہ صدیقی
(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی
حضرت مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحیؒ

ناشر
عظیم بکڈپو دیوبند، یوپی، انڈیا۔

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کی چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ صفت ''ھادی'' پر غور وفکر کا طریقہ
(وحی یا مذہب کی ضرورت کیوں؟)

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحیؒ

طباعت:۔ ۲۰۰۹ء

تعداد اشاعت:۔ 500

کمپیوٹر کتابت:۔ النور گرافکس، حیدرآباد، تلنگانہ۔ 9963770669

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔

Cell: 09997177817, 09760704598

☆☆ ملنے کے پتے ☆☆

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وحی کی ضرورت کیوں ہے؟

اس مضمون کو دو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے، وحی کی ضرورت کیوں ہے؟ یا پھر مذہب کی ضرورت کیوں ہے؟ ان دونوں عنوانات کا حاصل صرف ایک ہی نکلے گا؛ وہ یہ کہ زندگی گزارنے کے لئے ''ہدایتِ خداوندی'' اگر اس مضمون کو ایمان والوں کو سمجھایا جارہا ہو تو ''وحی کی ضرورت کیوں ہے؟'' کے عنوان پر تفصیل کے ساتھ سمجھایا جائے اور اگر غیر ایمان والوں کو سمجھایا جارہا ہو تو ''مذہب کی ضرورت کیوں ہے؟'' کے عنوان پر سمجھایا جائے۔

ان دونوں عنوانات کے تحت انسانوں کو دراصل سمجھانا یہ مقصود ہے کہ سوائے انسان اور جن کے کائنات کی تمام مخلوقات ہدایت یافتہ ہیں، وہ بغیر کسی بیرونی تربیت و رہنمائی کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کر رہی ہیں، انسان اور جن کو بیرون سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرنا ہے، اس کے بغیر وہ کامیاب زندگی نہیں گذار سکتے، بیرون سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لئے وحی الٰہی پر ایمان لانا لازم ہوگا اور وحی الٰہی کی روشنی میں زندگی گذارنی ہوگی، تب ہی انسان گھاٹے اور خسارے کی زندگی سے بچ سکتا ہے۔

اسلام نے عقیدۂ ایمان میں اس بات کو لازم اور ضروری قرار دیا ہے کہ وحی الٰہی پر ایمان لایا جائے، اس کے بغیر انسان کا ایمان صحیح نہ ہوگا اور نہ وہ ایمان والا کہلائے گا، وحی الٰہی یعنی ایمان بالکتب کے ذریعہ ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کا، پیغمبروں کا، کتابوں کا، فرشتوں کا، آخرت کا، تقدیر اور اس کے خیر و شر کا علم ملتا ہے، اب اگر ایک انسان ایمان بالکتب یعنی وحی الٰہی پر ہی شک کرے یا اس کو نہ مانے تو وہ ایمان کیسے سمجھے گا اور اس کا ایمان کیسا ہوگا؟

اکثر مسلمان وحی الٰہی کی اہمیت ہی نہیں جانتے

اس تفصیل کو سمجھنے سے پہلے وحی الٰہی کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھئے، تب یہ بات بھی

آسانی سے سمجھ میں آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے کتابیں کیوں نازل فرمائیں؟ اوران کتابوں پرایمان لانا لازم اورضروری کیوں رکھا؟

موجودہ زمانہ میں بہت سے لوگ روایتی اور قانونی ایمان رکھتے ہوئے مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آخری وحی قرآن مجید پر ایمان تو ضرور رکھتے ہیں مگر قرآن مجید کو سمجھنے اوراس پر عمل کرنے کی تڑپ وفکر ہی نہیں رکھتے اور نہ ہی اس کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے کی فکر کرتے ہیں؛ یہاں تک کہ قرآن مجید کو مانتے ہوئے کلمہ پڑھ کربھی توحیداورشرک میں فرق نہیں کرتے۔

اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد قرآن مجید کوروایتی طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام مانتی ہے، چونکہ ان کے باپ دادانے اس کتاب کوکلامِ الٰہی مانا تھا،مگر وہ حقیقت میں شعوری ایمان سے خالی نظر آتے ہیں، اگر وہ شعوری طور پراس کتاب کواللہ تعالیٰ کا کلام مان لیتے تو ان کی زندگیوں میں بہت بڑاانقلاب آجاتا اوران کی زندگی قرآن مجید کی چلتی پھرتی مثال اورنمونہ بن جاتی اوروہ کلمہ پڑھ کرشرک سے دوررہتے اور سچے پکے موحّد ہوتے،اوران کی زندگی دوسروں کے لئے نمونہ اورمثال ہوتی جس کی وجہ سے قرآن مجید یعنی وحی الٰہی کو سمجھنا آسان ہوجاتا،مگر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد قرآن مجید کو مانتے ہوئے بھی بےشعور ہی بے شعور ہے، ان میں اسلام کا کوئی فہم وشعور ہی نہیں، حالانکہ قرآن مجید بےشعور انسانوں کو باشعور بنادیتا ہے اورانسان کواس سے مسلسل حکمت، دانائی اور Wisdom ملتا ہی رہتا ہے، یہ ہوہی نہیں سکتا کہ ایک انسان وحی الٰہی پرایمان رکھے اور پھر بےشعور رہے،اگر ایسا ہے تو وہ گویاوحی الٰہی پر برائے نام یارسمی انداز سے ایمان لایا ہوا ہے۔

چونکہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد بےشعور ہے اوراس بےشعوری کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ وحی الٰہی کو سمجھ کرتلاوت نہیں کرتے اوراس کے دروس میں شرکت سے دور بھاگتی ہے اورسمجھنا نہیں چاہتی، جبکہ ان کو بار بار قرآن مجید کے سمجھنے کی تاکید بھی کی جاتی ہے، پھر بھی وہ سمجھنا نہیں چاہتے، اس لئے ایسے انسانوں کوقرآن مجید کے سمجھنے کی تاکید سے پہلے

وحیٔ الٰہی کی ضرورت واہمیت کو سمجھایا جائے، جب ان کو وحیٔ الٰہی کی اہمیت وضرورت سمجھ میں آجائے گی تو وہ قرآن مجید یعنی وحیٔ الٰہی کے سمجھنے کی ضرورت کو سختی سے محسوس کریں گے اور اس کے سمجھنے کی تڑپ اور فکر اپنے اندر پیدا کریں گے اور اس کے نہ سمجھنے پر بہت بڑا گھاٹا اور نقصان محسوس کریں گے۔

دنیا کی دوسری قوموں کو وحی الٰہی کی حقیقت ہی نہیں معلوم، وہ قرآن مجید کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھی ہوئی انسانی کتابوں کی طرح ایک کتاب سمجھتے ہیں، اس میں سب سے بڑی کوتاہی مسلمانوں کی ہے کہ مسلمان ان کے ساتھ رہتے ہوئے کبھی بھی ان کو ہدایت وگمراہی کے تعلق سے سمجھانے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور نہ وحیٔ الٰہی کی اہمیت وضرورت کو بتلاتے ہیں، مسلمانوں کو جب غیر مسلموں کے ساتھ خلط ملط کر کے رکھا گیا ہے تو ان کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے غیر مسلم بھائیوں کو یہ بتلائیں کہ کائنات کی تمام چیزیں سوائے انسان اور جن کے ہدایت یافتہ ہیں اور بغیر کسی بیرونی تربیت ورہنمائی کے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کر رہی ہیں، انسان وجن کو بیرون سے تربیت ورہنمائی حاصل کرنی ہے اور دنیا کی اس زندگی میں ان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے ہدایت کا طریقۂ کار کیا رکھا گیا ہے؟ اور اس ہدایت کو حاصل کرنا ان کے لئے کتنا ضروری اور اہم ہے؟ اگر وہ اس ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے تو کتنا بڑا نقصان ہوگا؟ اور ان کی زندگی کیسے گھاٹے اور خسارے کا شکار ہوجائے گی؟ اور فائدہ اٹھائیں گے تو کیسے دنیا وآخرت میں سکون اور کامیابی کی زندگی گذاریں گے؟

سوال:۔ وحی کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ وحی کے معنٰی ہیں: اشارہ کرنا، دل میں کوئی بات ڈالنا، خفیہ اور پوشیدہ طریقہ سے کوئی بات کہنا، یا پیغام بھیجنا، وحی دراصل اس پوشیدہ خبر اور خفیہ اشارے کو کہتے ہیں جسے اشارہ کرنے والے اور اشارہ پانے والے کے سوا کوئی اور محسوس نہ کرے، اللہ جل شانہ تمام مخلوقات کا خالق اور رب ہے، وہ ان کی ہر ضرورت کو ہر گھڑی اور ہر عمر میں پورا کرتا ہے، مخلوقات کی ضروریات میں سے ایک ضرورت یہ بھی ہے کہ انہیں زندگی کے

راستے کی صحیح ہدایت اور رہنمائی کی جائے؛ تا کہ تمام مخلوقات زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے فرائض کو بخوبی انجام دے سکیں، کیونکہ کوئی مخلوق محض اپنی عقل سے زندگی گذارنے کا صحیح راستہ معلوم نہیں کرسکتی، وحیٔ الٰہی کا مقصد یہی ہے کہ زندگی کے راستے کی صحیح رہنمائی مخلوق کو صرف خالق کی طرف سے کی جائے۔

سوال:۔ وحی کو عقلی اعتبار سے سمجھنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ موجودہ زمانہ میں انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو سائنسی ترقیات عطا فرمائی ہیں ان کے ذریعہ وحی کو ہم کسی حد تک عقلی اعتبار سے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

وائرلیس، انٹرنیٹ اور فیاکس کے نظام پر غور کیجئے:۔ (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں) دن رات ہزاروں انسان انٹرنیٹ اور فیاکس کے ذریعہ ہزاروں میل پر رہنے والے دوسرے انسانوں کو اپنا پیغام منٹوں اور سیکنڈوں میں پہنچاتے ہیں، دنیا کی تمام حکومتوں کے کاروبار اور انتظامات ٹیلیفون، ٹرنک کال اور آن لائن کے ذریعہ انجام پاتے ہیں، دن رات فضاؤں میں اُڑنے والے اور پانی میں تیرنے والے جہازوں کے پائلٹ بغیر کسی تاروں اور وائر کنکشن کے اپنے کنٹرول روم سے بات کرتے ہیں، سائنس دان زمین پر بیٹھ کر خلاء میں احکام بھیجتے ہیں، راکٹس میں کچھ خرابی پیدا ہوجائے تو ریموٹ کنٹرول کے ذریعہ اس کو خلاء ہی میں درست کردیتے ہیں، انٹرنیٹ اور فیاکس کے ذریعہ پیغام دیا جاتا ہے، غور کیجئے جب انسان اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے دماغ سے اشاروں اور خفیہ طریقوں سے یہ سب کچھ کرسکتا ہے اور ایک بے جان مشین کو ہزاروں میل دور بیٹھ کر چلاتا اور احکام دے سکتا ہے، تو کیا کائنات کا خالق اپنی بات اور احکام کو خفیہ اور پوشیدہ طریقے سے اپنی ہر مخلوق تک نہیں پہنچا سکتا؟ ان کے دل میں بات نہیں ڈال سکتا؟ بے شک پہنچا سکتا ہے اور ڈال سکتا ہے، وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، وہ جیسا چاہے ہدایت دے سکتا ہے۔

سوال:۔ مخلوقات کو وحی کی آخر ضرورت کیوں ہے؟

جواب:۔ کائنات کا ذرہ ذرہ ہدایتِ الٰہی کا محتاج ہے، اللہ تعالیٰ نے جتنی مخلوقات کو پیدا

فرمایا ہے ان کو اپنی اپنی زندگی صحیح طریقوں پر گذارنے اور اپنے فرائض کو صحیح طریقوں سے ادا کرنے کے لئے ہر لمحہ اور ہر گھڑی مالک کی ہدایت اور رہنمائی کی ضرورت ہے، اس کے بغیر وہ اپنے آپ کو نہ باقی وسلامت رکھ سکتی ہیں اور نہ اپنے فریضہ کو ادا کرسکتی ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کا خاص مزاج بنایا ہے اور ان کے ذمہ خاص خاص خدمتیں مقرر فرمائیں ہیں اس لئے ہر مخلوق کو ان کی ذمہ داری کے لحاظ سے زندگی کے ہر شعبہ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔

ظاہر بات ہے کہ ہر مخلوق کو زندگی کے صحیح راستہ کی ہدایت اور ذمہ داریوں کی رہنمائی کرنا صرف ان کے بنانے اور پیدا کرنے والے ہی کا کام ہے، اس لئے یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، جو ہر چیز کا اکیلا خالق ہے، وہی اپنی ہر مخلوق کو ان کی فطرت کے مطابق مناسب ہدایت دے سکتا ہے، اسی کی رہنمائی صحیح اور درست منزل تک پہنچانے والی ہے، نیز اس کی رہنمائی نہ ہو تو کوئی مخلوق نہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوسکتی ہے اور نہ اپنے فرائض کما حقہ ادا کرسکتی ہے۔

سوال:۔ کیا تمام مخلوقات کو کتابوں اور درس گاہوں کے ذریعہ علم دیا جاتا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی مخلواق کو پیدا فرمایا وہ سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں، کسی کو لکڑی کا جسم عطا فرمایا، کسی کو مٹی کا، کسی کو پتھر کا، کسی کو ہوا کا، کسی کو پانی کا، کسی کو ستاروں کا، کسی کو چمڑے کا اور کسی کو معدنیات کا، کسی کو آگ کا اور کسی کو نور کا جسم عطا فرمایا، کسی کو بات کرنے کے قابل بنایا اور کوئی مخلوق اپنی اپنی جگہ کھڑی ہی ذمہ داریاں ادا کررہی ہے، اور کوئی چلتے پھرتے اپنی ڈیوٹی انجام دے رہی ہے، کسی کو عقل اور حواس خمسہ کے ساتھ جسم دیا گیا، کسی کو بغیر عقل اور بغیر حواس خمسہ کے جسم دیا گیا، کسی کو حواس خمسہ کے ساتھ ساتھ اعلیٰ عقل اور عمدہ فہم بھی دیا گیا، کوئی جاندار ہے اور کوئی بظاہر بے جان ہے۔

ظاہر بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مختلف مخلوقات کو الگ الگ انداز پر پیدا فرمایا ہے تو ہر مخلوق کو انسان کی طرح درس گاہوں، مدرسوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم پانے کی ضرورت نہیں اور نہ ان کے لئے کتابوں کی ضرورت ہے؛ کہ فلاں مخلوق کے لئے

فلاں کتاب اور فلاں مخلوق کے لئے فلاں کتاب ہو، کتابوں، درس گاہوں اور استادوں کے ذریعہ تو صرف اکیلے انسانوں اور جنات ہی کو اللہ تعالیٰ علم دیتا ہے، فرشتے بھی لکھنا پڑھنا جانتے ہیں مگر وہ کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ شہنشاہِ کائنات ہے اور ہادی ومعلم بھی ہے، اس کے لئے یہ بات زیبا نہیں ہے کہ مخلوق فرداً فرداً جا کر اللہ تعالیٰ کے پاس علم حاصل کرے یا اللہ تعالیٰ علم سکھانے کے لئے ہر مخلوق کے پاس آئے، وہ چونکہ کائنات کے ذرّے ذرّے پر ہر طرح سے قدرت رکھتا ہے، اس جیسی قدرت کسی میں نہیں، اس لئے وہ جس طرح چاہے اپنی مخلوقات کو علم دے سکتا ہے، خواہ وہ زبان رکھنے والی مخلوق ہو یا زبان نہ رکھنے والی ہو، اور خواہ وہ مخلوق عقل رکھنے والی ہو یا عقل نہ رکھنے والی ہو، نیز وہ جاندار ہو یا بے جان، ہر قسم کی مخلوق کو علم جس طرح چاہے دے سکتا ہے، اس لئے کہ وہ اکیلا ہادی ومعلم ہے، اس کی قدرت عجیب ہے، اس کے جیسا کمال کسی میں نہیں، وہ اپنی مخلوقات کو ان کی جسمانی ساخت اور مزاج کے مطابق پورا پورا علم بغیر کتاب اور بغیر معلم اور بغیر مدرسہ کے بھی دے سکتا ہے، چنانچہ انسان اور جن کے سوا باقی تمام مخلوقات کو ان کی زندگی کے ہر شعبہ کا علم ان کی فطرت میں ودیعت کر کے وہ پیدا فرماتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر مخلوق ہدایت اور رہنمائی والا یہ علم اپنے اندر رکھتی ہے اور جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے؛ اپنی زندگی کی بقاء، حفاظت اور نشو ونما کا سارا علم بغیر کسی بیرونی تربیت ورہنمائی کے حاصل کرتی رہتی ہے، اور اپنے فرائض ادا کرتی رہتی ہے یا پھر فرشتوں کے ذریعہ پیغام دے کر وحی کی جاتی ہے، یا الہام والقاء کی شکل میں ہدایت دی جاتی ہے، صرف انسانوں اور جنوں کو ہدایت ورہنمائی کی تعلیم بیرون سے دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔

سوال:۔ ہم یہ کیسے سمجھیں کہ دوسری تمام مخلوقات میں ہدایت ورہنمائی کا علم بغیر کسی بیرونی تربیت کے موجود ہے؟

جواب:۔ اس سوال کو سمجھنے کے لئے کائنات میں اس طرح غور وفکر کرنا ہوگا۔

اَلْھَادِیُ جَلَّ جَلَالُہٗ (ہادی ومعلم)

ہدایت دینے والا، راہ بتلانے والا

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیۡ أَعۡطَی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَهُ ثُمَّ هَدَی. (طٰہٰ:۵۰)

ترجمہ: موسیٰؑ نے کہا: ہم سب کا رب وہی ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی، پھر رہنمائی فرمائی۔

أَلَمۡ تَرَ أَنَّ اللَّهَ یُسَبِّحُ لَهُ مَن فِیۡ السَّمَاوَاتِ وَالۡأَرۡضِ وَالطَّیۡرُ صَافَّاتٍ کُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسۡبِیۡحَهُ . (نور:۴۱)

ترجمہ: کیا آپ کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور خاص طور پر پرندے جو پر پھیلائے اُڑتے پھرتے ہیں، سب کو اپنی اپنی دعاء اور تسبیح معلوم ہے۔

اللہ تعالیٰ صرف خالق ہی نہیں کہ وہ کوئی چیز بنا ڈالے اور چھوڑ دے بلکہ وہ رب بھی ہے، رحمٰن اور رحیم بھی ہے، حکیم وقدیر بھی ہے، مصوِّر بھی ہے ہادی ومعلّم بھی ہے، جب وہ کوئی چیز پیدا کرتا ہے تو اس چیز میں اس کی بہت ساری صفات کام کرتی ہیں، یعنی وہ خالق ہونے کے ناطے تخلیق کرتا ہے اور مصور ہونے کے ناطے اس چیز کو جیسی ساخت اور صورت چاہئے ویسی ہی صورت گری کرتا ہے، رب ہونے کے ناطے جیسا ماحول اور پرورش کا سامان چاہئے انہی چیزوں سے ربوبیت کرتا ہے، اور ہادی ومعلّم ہونے کے ناطے اس کے تمام اعضاء کو جیسا کام کرنا ہوتا ہے ان کی ویسی ہی ہدایت ورہنمائی کرتا ہے، چنانچہ کائنات کی ہر مخلوق اور ہر ذرّہ اُس کی مختلف صفات کا پرتو اور سایہ ہے اور وہ اپنے مالک وخالق کے مختلف صفات کو ظاہر کرتی رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جتنی بھی مخلوقات پیدا فرمائی ہیں ان کو ہم دو گروپ میں تقسیم کر سکتے ہیں، ایک گروپ مکمل ہدایت یافتہ اور دوسرا گروپ ہدایت کا محتاج۔

مکمل ہدایت یافتہ گروپ کونسا ہے؟ اگر مخلوقات میں غور وفکر کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آئے گی کہ سوائے انسان اور جن کے باقی تمام مخلوقات پیدائشی طور پر مکمل ہدایت یافتہ ہیں اور ان کے اندر ہر قسم کی ہدایت و رہنمائی اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے، وہ بیرونی تربیت و رہنمائی کے محتاج نہیں، چنانچہ ان کو ہدایت حاصل کرنے کے لئے نہ کسی استاد کے پاس جانا پڑتا ہے، نہ کسی مدرسہ میں شریک ہونا پڑتا ہے اور نہ کسی کتاب کو پڑھنا پڑتا ہے، وہ بغیر کسی بیرونی تربیت کے اپنے اپنے ذمہ کے کام ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہادی و معلّم ہونے کے ناطے ان کو پیدائیشی طور پر ہدایت سے آراستہ کر کے پیدا فرما رہا ہے اور وہ اپنی ذمہ کی ڈیوٹی اپنے مالک کی مرضی کے مطابق انجام دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کبھی نہیں کرتے، اس قسم کی ہدایت کو قوانین فطرت بھی کہتے ہیں۔

چنانچہ ہر چیز ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے سوائے انسان اور جن کے کائنات کی تمام چیزوں میں نظم وضبط اور ڈسپلن نظر آتا ہے اور وہ تمام چیزیں پورے ڈسپلن کے ساتھ اصول اور قاعدے میں زندگی گذار رہی ہیں، ہم یہ جانتے ہیں کہ جو جتنا زیادہ ہدایت یافتہ ہوگا اس میں اتنا ہی ڈھنگ، سلیقہ اور اصول رہے گا، اس لئے سوائے انسان اور جن کے کائنات کی تمام چیزوں میں ڈھنگ، سلیقہ اور اصول موجود ہے، اور وہ اپنے مالک ہادی و معلّم کی طرف سے پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ ہیں۔

بلّی پر غور کیجئے: جب وہ پہلی مرتبہ حاملہ ہوتی ہے تو گھر گھر پھر کر محفوظ مقام تلاش کرتی ہے اور بچے پیدا ہونے کے بعد بچوں کو بلّے سے بچانے کے لئے مختلف مقامات پر چھپا کر رکھتی ہے، ذرا غور کیجئے! یہ تعلیم آخر اس کو کس نے دی کہ بلّا اس کے بچوں کا دشمن بنا پھر رہا ہے؟ یہ دراصل اس کے مالک نے اس کو پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ بنا کر پیدا کیا

ہے، اس لئے وہ کسی بیرونی تربیت کے بغیر یہ کام کرتی ہے۔

اسی طرح بلی جب بول و براز کرتی ہے تو پہلے گڑھا کھودتی ہے اور فارغ ہونے کے بعد اپنی اگلی ٹانگوں سے بول و براز کو مٹی سے ڈھانک دیتی ہے، ذرا غور کیجئے! یہ سلیقہ اُس کو کس نے سکھایا؟ انسان جب وحی سے فائدہ نہیں اُٹھاتا تو وہ اپنی بنیادی ضرورت پیشاب پاخانہ کرنے کا طریقہ وسلیقہ تک نہیں جانتا اور راستوں، آرام گاہوں اور درختوں کے نیچے بول و براز کر کے دوسرے انسانوں کے لئے تکلیف پیدا کر دیتا ہے اور طہارت لئے بغیر اپنے جسم کو گندگی لگائے پھرتا ہے۔

بلی انسانوں سے مانوس ہونے والا جانور ہے، اس کو جو انسان پالے گا اُسی کے گھر میں رہے گی، اُسی کی گود میں لوٹے گی اور اُسی کے سامنے میاؤں میاؤں کرتی پھرے گی، وہ اپنے مالک کو اور گھر کو پہچانتی ہے اور رات کسی دوسرے گھر میں نہیں گذارتی، یہ اس کو کسی اسکول کی تعلیم نہیں ہے بلکہ اللہ کی ہدایت ہے۔

کُتّے پر غور کیجئے: کتے کے سلیقہ اور طریقہ پر غور کیجئے کہ پیشاب کرتا ہے تو ٹانگ اُٹھا کر کسی دیوار یا درخت وغیرہ کے سہارے پر کرتا ہے، بول و براز کرنے کے بعد پچھلی ٹانگوں سے اُس پر مٹی پھینکتا ہے کتّا جس گھر میں پالا جاتا ہے اُس گھر کا وفادار بن کر رہتا ہے، اور گھر کے تمام افراد کو اچھی طرح پہچانتا ہے، گھر میں کوئی نیا انسان داخل ہو جائے تو اُسکو دیکھ کر بھونکتا اور گڑبڑ کرتا، گویا وہ اپنے گھر والوں کو اطلاع دیتا ہے کہ کوئی نیا انسان گھر میں داخل ہو گیا ہے، پھر کتا اپنے مالک سے بہت پیار کرتا ہے، اُس کے آنے تک گیٹ کے پاس ٹانگیں پھیلائے انتظار کرتا بیٹھا رہتا ہے اور مالک کو دیکھتے ہی اُس کی طرف دم ہلا ہلا کر دوڑتا ہے اور اُس کے پیروں میں لوٹتا ہے، ذرا غور کیجئے ان جانوروں میں جو انسان کی طرح نہ عقل رکھتے ہیں اور نہ اُن کو انسان کی طرح فہم اور ہوشمندی ہے کیسی محبت اور وفاداری ہوتی ہے، یہ ہدایت پیدائشی طور پر اُن کے مالک کی طرف سے اُن میں ودیعت کر کے رکھی گئی ہے، اس لئے وہ بیرونی تربیت کے محتاج نہیں، ان کا ہادی اور معلّم اللہ تعالیٰ

ہے جو اُن کو کسی مدرسہ، کتاب اور استاد کے بغیر تعلیم دے رکھا ہے اور دے رہا ہے۔

کُتّے پر مزید غور کیجئے! دنیا میں کتّے کی صلاحیتیں مشہور ہیں، انسان ان کو پال کر مختلف کام لیتا ہے اور ان کی مدد سے مجرموں کو بھی پکڑتا ہے اور شکار میں مدد لیتا ہے، ذرا غور کیجئے کتّوں میں یہ ساری صلاحیتیں کس کی طرف سے رکھی گئی ہیں جس سے انسان فائدہ اُٹھا رہا ہے، یہ سب صلاحیتیں دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھی گئی ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ جس کو جیسے چاہے ہدایت دے سکتا ہے، کیا بات ہے کہ دوسرے جانور کتوں جیسا کام نہیں کر سکتے؟ اگر انسان کی محنت کا اثر ہوتا تو انسان دوسرے جانوروں سے مجرموں کو پکڑنے کا کام کیوں نہیں لے رہا ہے؟ صرف کتوں ہی سے کیوں لیتا ہے؟ دراصل کتوں میں ان کے مالک نے وہ خاص چیزیں ودیعت کر کے پیدا کی ہیں جس سے انسان فائدہ اٹھا رہا ہے، انسان جب وحی الٰہی سے فائدہ نہیں اٹھاتا ہے یا اُس کے پاس وحی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی تو وہ انسان ہوتے ہوئے کتّے سے بھی گیا گذرا بن جاتا ہے۔

کتّا جس کا کھاتا ہے اُس کو اچھی طرح پہچانتا ہے اور اس سے خوب محبت کرتا ہے، مگر انسان مالک کا کھا کر بھی غیروں کے در پر جھکتا ہے اور مالک کو چھوڑ کر غیروں سے محبت کرتا ہے اور غیروں کو پکارتا ہے، کتّا اپنے مالک کا وفادار بن کر رہتا ہے، مگر انسان اپنے حقیقی مالک سے بے وفائی کرتا ہے اور اس کی ناشکری کرتا ہے اور اس سے انجان بنا رہتا ہے اور جان بوجھ کر اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے اور مالک کی طرف سے بلاوا آنے پر کوئی پرواہ نہیں کرتا، ذرا غور کیجئے! کتّے کو جب اُس کا مالک آواز دیتا ہے ٹائیگر، کم آن ٹائیگر! کم آن! تو وہ مالک کے نظر نہ آنے کے باوجود صرف مالک کی آواز سن کر آواز کی رُخ پر دوڑ پڑتا ہے، اور لوگوں کی ٹانگوں کے بیچ سے گذر کر مالک تک پہنچ جاتا ہے، مگر انسان جب وحی الٰہی سے لاپرواہ اور غافل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کا منادی ''مؤذن'' جب نماز کے لئے اس کو نماز کی طرف بلاتا ہے تو وہ اللہ کی طرف بلانے کی آواز سن کر بھی اپنی دُکان، مکان، بیوی بچوں، کاروبار، دیگر مصروفیات اور دوستوں کی

محفلوں کو نہیں چھوڑتا، بس اپنے مالک سے بے پرواہ بنا بیٹھا رہتا ہے اور زندگی کے کاروبار میں جان بوجھ کر مالک کی مرضی کے خلاف چلتا ہے۔

بکری پر غور کیجئے: بکری جب کھیتوں اور جنگلوں میں چارہ چرتی ہے تو مختلف پودوں کو سونگھتی اور منہ لگا کر الگ ہو جاتی ہے اور پودوں میں صرف اسی پودے کے پتوں کو کھاتی ہے جو اُس کی غذاء ہیں، جو پودے اس کے لئے زہریلے ہیں اور فائدہ مند نہیں؛ وہ ان کو نہیں کھاتی، وہ گوشت کو کبھی منہ نہیں لگاتی، کیڑے مکوڑوں کو نہیں کھاتی، ذرا غور کیجئے یہ ہدایت اس کو کس نے دی؟ آخر اس کو کیسے معلوم کہ فلاں پتہ کھانا چاہئے اور فلاں نہیں کھانا چاہئے؟ پھر یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جو اُس کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے، وہ پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا ہوتی ہے۔

بکری جس گھر میں پلتی ہے دن بھر چارہ چر کر شام کو سیدھا اُسی گھر میں واپس آتی ہے، اور اگر گھر کا دروازہ بند ہو تو دروازہ کھولنے اور اندر داخل ہونے کے لئے باہر سے بہت پکارتی ہے؛ تاکہ مالک آئے اور دروازہ کھول دے، پھر گھر میں آکر خاموش جُگالی کرتی بیٹھ جاتی ہے، یہ کس نے ہدایت دے رکھی ہے؟ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رہنمائی ہے جس کی وجہ سے وہ بیرونی ہدایت کی محتاج نہیں، بیشک اس کا مالک ہر چیز کو بناتا اور اس کو اس کی زندگی کی راہ کی ہدایت دیتا ہے، انسان جب وحیٔ الٰہی سے فائدہ نہیں اُٹھاتا تو صرف دنیا کے مزے اور ذائقہ کی خاطر جو چاہے کھاتا پیتا ہے، حرام بھی حلال بھی، پاک بھی ناپاک بھی، جائز بھی ناجائز بھی، اور جانور سے بھی گیا گذرا بن جاتا ہے۔

مگرمچھ پر غور کیجئے: مگرمچھ جب انڈے دینے پر آتی ہے تو پانی ہی میں انڈے کیوں نہیں دیتی؟ حالانکہ وہ پانی ہی میں رہتی ہے، اس کو یہ کس نے ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ ریت میں جائے اور گڑھا کھود کر انڈے دے اور ان انڈوں کو ریت سے ڈھانک دے اور پھر بچے نکلنے تک انتظار کرے؟ اسی طرح مرغیاں، بطخیں اور دوسرے آبی جانور خشکی میں اپنے انڈے محفوظ کر دیتے ہیں، ذرا غور کیجئے! آخر مچھلیوں اور دوسرے آبی جانوروں کو کس

نے ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ اپنی نسل کی بقاء کے لئے سمندروں کے کنارے یا ریت وغیرہ میں انڈے دیں، تاکہ بچے نکلتے ہی بہ آسانی پانی میں آسکیں؟ مچھلی جب سمندر کے کنارے انڈے دیتی ہے تو اس سے اس کے انڈے دوسری مچھلیوں کی یلغار سے محفوظ رہتے ہیں اور پانی کی موجیں انہیں بہا کر نہیں لے جاتیں، غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ ان تمام جانوروں کو کسی بیرونی تربیت اور رہنمائی کی ضرورت ہی نہیں، وہ صرف اپنے پیدا کرنے والے ہادی و معلّم کی طرف سے پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا ہو رہے ہیں، اس لئے کہ ان کا مالک ہر چیز کو بناتا ہے اور پیدا کرنے کے بعد ان کو زندگی کی راہ بتلاتا ہے۔

کبوتر، کوا، چیل، مینا اور چڑیا پر غور کیجئے: یہ وہ پرندے ہیں جو زندگی بھر جوڑا جوڑا بن کر زندگی گذارتے ہیں، اپنے نر اور مادہ کے علاوہ کسی دوسرے نر اور مادہ کے ساتھ دوستی نہیں کرتے، ہر دو اپنے اپنے ساتھی کے لئے وفادار بن کر رہتے ہیں، کبھی ایک دوسرے سے خیانت نہیں کرتے، مگر انسان جب وحی الٰہی سے دور رہتا ہے تو پرندوں سے اعلیٰ دماغ اور فہم رکھنے کے باوجود اپنے شریک حیات کے ساتھ خیانت کرتے ہوئے دوسرے مردوں اور عورتوں سے ناجائز تعلقات پیدا کر لیتے ہیں اور آوارہ زندگی گذارتے ہیں۔

کووں کے اتحاد و اتفاق پر غور کیجئے کہ وہ اپنے ساتھی کوے کو بچانے کے لئے تمام کے تمام کوّے پکارا کر کے جمع ہو جاتے ہیں اور دشمن کو ہاتھ لگانے نہیں دیتے اور سب مل کر مقابلہ کرتے ہیں، ذرا غور کیجئے اور بتلائیے کہ آخر ان پرندوں کو کس مدرسہ اور کتاب سے تعلیم دی گئی؟ اور ان میں یہ ساری صلاحیتیں کہاں سے آگئیں؟ جبکہ ان کے پاس نہ تو انسان جیسی عقل ہے اور نہ سمجھ؟ بظاہر تو ان کو کوئی تعلیم دیتا ہوا نظر نہیں آتا اور نہ وہ باقاعدہ کسی سے یہ تعلیم حاصل کرتے نظر آتے ہیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت و رہنمائی ہے جو اُن کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے، انسان جب وحی الٰہی سے دور رہتا ہے تو اپنے بھائی برادری کی عزت و عصمت لوٹتا اور خون خرابے کرتا اور فساد پھیلاتا ہے، اتحاد و اتفاق سے دور رہتا ہے، کتوں کی طرح لڑتا ہے۔

آگے مزید غور کیجئے کہ پرندوں پر جب انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو وہ نرم نرم گھاس اور تنکے چُن چُن کر لاتے ہیں اور اپنے گھونسلوں میں جمع کرتے ہیں، اور ان کو قریب قریب باقاعدہ طریقے سے جماتے ہیں، جو بیٹھنے میں بہت نرم ہوجاتے ہیں، پھر انڈے دیتے ہیں، گویا پہلے ہی سے اپنے بچوں کے لئے نرم بستر تیار کرتے ہیں، انڈے دینے کے بعد کون اُن کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ اکیس دن تک باقاعدہ پابندی کے ساتھ انڈوں پر بیٹھتے رہیں اور انہیں گردش دیتے رہیں؟ کون انہیں ہدایت کرتا ہے کہ کبھی نر انڈوں پر بیٹھ کر اور کبھی مادہ بیٹھ کر سیکھتے رہیں اور انڈوں کو ٹھنڈا نہ ہونے دیں؟ جب بچوں کے انڈوں سے باہر نکلنے کا وقت آجاتا ہے تو کس نے اُن کو چونچ مار کر باہر آنے کی تعلیم دے رکھی ہے؟ انڈوں سے نکلنے والے بچوں کی چونچ پر ایک چھوٹا سا اُبھرا ہوا نوکیلا حصہ ہوتا ہے جس کی مدد سے وہ انڈے کو پھوڑتے ہیں، پھر بعد میں وہ حصہ چونچ میں مل جاتا ہے۔

حشرات الارض کو کس نے یہ تعلیم دی کہ وہ اپنے سیل سے چاٹ چاٹ کر باہر نکلیں؟ مکڑی اپنے انڈوں پر مضبوط جالا تن دیتی ہے، مگر ایک طرف نرم حصہ چھوڑ دیتی ہے تاکہ بچہ اُسے چاٹ کر باہر نکل سکے، یہ سب کس کی ہدایت ورہنمائی ہے؟

مزید غور کیجئے کہ کبوتر انڈوں سے بچے نکلنے کے بعد باقاعدہ اپنے منہ سے بچوں میں ہوا بھرتے اور خود دانہ کھا کر اپنے پوٹھے (معدہ) میں محفوظ رکھ کر نرم کرتے ہیں، جب بچے غذاء کے لئے ماں باپ کی طرف آتے ہیں تو اپنے پوٹھے کا نرم دانہ بچوں کی چونچ پکڑ کر ان کے پوٹھے میں اُتارتے ہیں، آخر پرندوں کو یہ تعلیم کون دیتا ہے کہ اُن کے بچے ابھی اُڑنے اور دانہ چگنے کے قابل نہیں ہیں؛ اس لئے دانہ لے جا کر کھلایا جائے؟

ذرا غور کیجئے اور بتلایئے کہ آخر ان پرندوں کو کس مدرسہ میں یہ تعلیم دی گئی اور ان میں یہ ساری صلاحیتیں کہاں سے آگئیں جبکہ ان کے پاس نہ انسان جیسی عقل ہے اور نہ فہم؟ بظاہر تو ان کو کوئی تعلیم دیتا ہوا نظر نہیں آتا اور نہ وہ باقاعدہ کسی سے تعلیم حاصل کرتے ہیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ جو ہر ایک کا ہادی ومعلّم ہے کی طرف سے ہدایت ورہنمائی ہے جو ان کی

فطرت میں ودیعت کر کے رکھ دی گئی ہے۔

گھوڑا، اونٹ، ہاتھی، بکری، مرغی، بلّی وغیرہ پر غور کیجئے: مرغی بحیثیت مادہ ہونے کے اس میں اتنی شرم ہوتی ہے کہ وہ کھلے عام انڈا دینا نہیں چاہتی، غار نما جگہ تلاش کرتی ہے اور انڈا دیتی ہے اور پھر انڈا دے کر گھر والوں کو زور زور سے پکار کر اطلاع دیتی ہے کہ اُس نے انڈا دیا ہے، اپنے جسم کو پاک وصاف کرنے کے لئے مٹی میں لوٹتی ہے، اس کے لوٹنے اور پیروں اور پروں کو مٹی میں ہلانے کا ایک خاص انداز ہوتا ہے، اور پھر کھڑے ہو کر ایک خاص طریقہ سے جسم کو جھٹکتی ہے جس کی وجہ سے اس کے پر اور جسم میں صفائی پیدا ہوتی ہے، وہ گدھے کی طرح نہیں لوٹتی، بچوں کی حفاظت کی خاطر دشمن پر بڑی زوردار آواز نکال کر غصہ کے ساتھ حملہ کرنے دوڑتی ہے، اور وہ جس گھر میں پلتی ہے اسی گھر میں واپس آ کر اس کے رہنے کے لئے جو مقام بنایا جاتا ہے شام ہونے پر اسی جگہ اچھلتی کودتی اور اُسی ڈربے میں رہتی ہے، گویا اس کو اپنے رات گذارنے کا مقام معلوم رہتا ہے۔

کبوتر کے پانی نہانے کے انداز پر کبھی غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ اپنی چونچ سے پانی لے لے کر کیسے پروں کو صاف کرتا اور پانی میں جا کر کیسے اپنے جسم کو ہلاتا ہے، اُن کو یہ سب تعلیم کسی اسکول، کتاب اور استاد کی نہیں؛ بلکہ اپنے مالک کی ہے جس نے پیدا کر کے ہدایت کی راہ بتلائی ہے، اس لئے کہ وہ ہر ایک کا ہادی ومعلم ہے۔

بہت سارے جانور ایسے ہیں جو انسانوں سے دور نہیں بھاگتے، انسانوں کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، انسانوں سے مانوس ہوتے ہیں، مثلاً گھوڑا، اونٹ، ہاتھی گائے، بکری، بھینس، مرغی، بلی، کتّا وغیرہ، اور بہت سارے جانور ایسے ہیں جو انسانوں سے دور بھاگتے اور ان سے کبھی مانوس نہیں ہوتے، مثلاً شیر، ببر، چیتا، ریچھ، بندر وغیرہ، ذرا غور کیجئے آخر گھوڑا، اونٹ، ہاتھی کو کس نے تربیت وہدایت دے رکھی ہے کہ وہ انسانوں کے ساتھ رہیں اور خاموشی سے انسانوں کے سامنے جائیں اور اُن کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر سواری کرنے دیں، سفر میں ساتھ دیں، گھوڑے کا تو یہ حال ہے کہ آدھی رات کے وقت

انسان اُس پر سواری کرنے کے لئے جاتا ہے تو وہ یہ نہیں کہتا کہ مجھے نیند آرہی ہے، میں چل نہیں سکتا؛ بلکہ فرمانبرداری کا یہ حال ہے کہ نیند کو قربان کر کے انسانوں کا ساتھ دیتا اور انسانوں کے لڑائی جھگڑوں میں خود کی گردن کٹانے کے لئے تیار رہتا ہے، آخر ان جانوروں کو انسان کا اتنا وفادار بن کر رہنے کی اور جنگ وجدال میں سر کو تک کٹا دینے کی تعلیم کس نے دے رکھی ہے؟ اس کے برعکس شیر، ببر، چیتا، ریچھ، بندر نہ تو انسانوں کے قریب آتے ہیں اور نہ سواری کرنے دیتے ہیں، سواری کرنے اور سواری نہ کرنے دینا یہ سب کس کی ہدایت ورہنمائی کی تعلیم ہے؟ آخر یہ وفاداری وہ کہاں سے سیکھ کر آتے ہیں؟ کون اُنہیں یہ تعلیم دے رہا ہے؟ یہ صرف ان کے خالق کی ہدایت ورہنمائی ہے جس نے اُن کی پیدائش کے ساتھ ان کی فطرت میں یہ علم رکھ کر پیدا فرمایا ہے، اس لئے وہ بیرونی تربیت ورہنمائی کے محتاج نہیں، اُن کا خالق ہر ایک کا ہادی ومعلم ہے۔

کبوتروں میں بھی دو قسم کے کبوتر ہوتے ہیں، ایک کبوتر کی قسم تو یہ ہے کہ وہ انسانوں کے گھروں میں پلتی ہے، دوسری قسم بس اونچی اونچی عمارتوں پر رہتی ہے، وہ کبھی انسانوں سے مانوس نہیں ہوتی، ذرا غور کیجئے یہ ہدایت کس نے دی؟ آخر کبوتروں کی کون رہنمائی کر رہا ہے؟ یہ صرف ان کے مالک کی رہنمائی ہے جو ان میں ودیعت کر کے رکھی ہے اور وہ پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ ہوتے ہیں، کبوتر اور دوسرے پرندے جہاں وہ رہتے، گھونسلا بناتے اور جن گھونسلوں میں ان کے بچے ہوتے ہیں، غذاء اور پانی کے لئے میلوں دور اگر چلے بھی جائیں تو شام کو برابر اپنے اپنے گھونسلوں پر واپس آجاتے ہیں، جبکہ ہوا میں اڑتے وقت ہواؤں میں راستہ معلوم کرنے کی کوئی نشانی نہیں ہوتی، مگر پرندے برابر اپنے اپنے مقام پر پہنچتے ہیں اور بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں، کبوتر تو جہاں پلا ہوا ہوتا ہے دنوں گذرنے کے باوجود پھر وہ اسی مقام پر آجاتا ہے، یہ ہدایت ورہنمائی ان کو کس کی طرف سے ہے؟ حالانکہ انسان اپنے اندر عقل رکھ کر بھی راستے بھول جاتا ہے، پرندے انسان کی طرح عقل نہ رکھنے کے باوجود اپنا راستہ پالیتے ہیں اور اپنی منزل پہچان لیتے ہیں، یہ سب پیدائشی طور پر ہدایت

یافتہ ہیں، اس لئے بیرونی ہدایت کے محتاج نہیں، پرندے اور دوسرے تمام جانور نہ صرف اپنے بچوں کی غذاء ہی کا انتظام کرتے ہیں؛ بلکہ ان کو اُڑنا اور دانا تلاش کرنا سکھاتے ہیں اور ان کی حفاظت کرتے ہیں اور دشمن سے بچنے کے طریقے بھی سکھاتے ہیں، غرض یہ کہ ان کو زندگی کے تمام شعبوں میں کسی بیرونی رہنمائی کی ضرورت ہی نہیں، وہ بغیر کسی بیرونی تربیت کے اپنے تمام کام انجام دیتے رہتے ہیں اور پوری خوبی اور سلیقہ سے انجام دیتے ہیں۔

لف برڈ پر غور کیجئے: جو ایک وقت میں چار چھ انڈے دیتی ہے، بچے نکلنے کے بعد تمام چھ بچوں کو حساب سے دانہ کھلاتی ہے، کسی سے بھی غافل نہیں رہتی، پھر بچے گھونسلے میں بیٹ کرتے ہیں تو وہ بچوں کی بیٹ چونچ سے گھونسلے کے باہر لا کر پھینکتی ہے، ذرا غور کیجئے آخر یہ تعلیم اس کو کس نے دی؟ آخر وہ کون سے مدرسہ سے یہ ہدایت حاصل کرتی ہے؟ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ اُس کے مالک نے اس کو پیدائشی طور پر ہدایت دے کر پیدا کیا ہے اس لئے وہ کسی بیرونی تربیت کی محتاج نہیں، اس کا مالک ہر چیز کو پیدا فرماتا ہے اور وہ اس کو زندگی کی راہ بتلاتا ہے۔

شہد کی مکھیوں پر غور کیجئے: شہد کی مکھیوں پر انسان غور کرے گا تو حیران ہوجائے گا اور اُسے ایسا محسوس ہوگا کہ ہر روز تربیت پانے والی فوج میں بھی اتنا ڈسپلن نہیں ہوتا جتنا یہ چھوٹی چھوٹی مکھیوں میں ہوتا ہے، مکھیوں میں ایک مکھی امیر کی حیثیت سے ہوتی ہے، جس کی اطاعت پورے چھتّے کی مکھیاں کرتی ہیں، ذرا غور کیجئے کہ شہد کی مکھیوں کو کس نے ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ اونچی اونچی جگہوں پر اپنا چھتّہ بنائیں اور صاف وشفاف پانی پئے اور ان کا چھتہ کسی انجینئر کے پلان سے کم نہیں ہوتا ہے، کئی منزلہ عمارت کی طرح جس میں کئی کمرے خانوں کی شکل میں ہوتے ہیں اور مختلف کمرے مختلف کاموں کے لئے ہوتے ہیں، ذرا غور کیجئے کیسی ہدایت یافتہ مخلوق ہے؟ بظاہر وہ کسی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہیں کرتیں اور نہ کتابیں پڑھتی ہیں مگر پھر بھی ان میں ڈسپلن ہی ڈسپلن ہوتا ہے۔

چیونٹیوں پر غور کیجئے: غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ وہ رتی برابر دماغ رکھتی ہیں، چیونٹی

جب کسی کیڑے پر حملہ کرتی ہے تو اس کی گردن پکڑ کر اس کے نروس سسٹم اعصابی نظام میں زہر چھوڑتی ہے جس کی وجہ سے کیڑا اپاہج ہو جاتا ہے، پھر تمام چیونٹیاں مل کر اس کیڑے کو کھینچتی ہیں، برسات کا موسم شروع ہونے سے پہلے اپنے بلوں میں غلہ جمع کر لیتی ہیں اور دانے کو دو ٹکڑے یا سوراخ کر کے رکھتی ہیں تاکہ وہ پانی سے اُگنے نہ پائے، اور چلتے وقت قطار کی شکل میں ایک دوسرے کو پیغام دیتی ہوئی گذرتی ہیں، انسان چیونٹی پر غور کرے گا تو معلوم ہوگا کہ اس کے مالک نے اُسے پوری ہدایت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، اس کو کسی بیرونی تربیت ورہنمائی کی ضرورت ہی نہیں، اس لئے کہ ان کا مالک ہر چیز کو پیدا فرماتا ہے اوران کو زندگی کی راہ بتلاتا ہے، غور کیجئے لال چیونٹی کاٹتی ہے اور کالی چیونٹی نہیں کاٹتی۔

شیر، ببر، چیتا اور جنگلی کتّے پر غور کیجئے: جب کسی جانور پر حملہ کرتے ہیں تو شکار پر پورا قابو حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے اس کی گردن کو پکڑ کر دبوچ لیتے ہیں اور گردن کو کتر دیتے ہیں، غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ شکار کرنے کا طریقہ ان کو کسی نے سکھایا نہیں، مگر وہ اپنے مالک کی طرف سے پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ ہیں، اس لئے کہ اُن کا مالک ہر ایک کا ہادی ومعلّم ہے اور وہ بغیر مدرسہ، کتاب اور اُستاد کے بھی ہدایت دیتا ہے۔

مکڑی پر غور کیجئے: مکڑی پیدا ہونے کے تیسرے دن سے جالا بننا شروع کر دیتی ہے اور جالا بھی ایک خاص انداز سے بنتی ہے جس میں ایک طرف شکار کو رکھنے کا خانہ بھی ہوتا ہے، جب کوئی کیڑا اس میں پھنس کر حرکت کرتا ہے تو یہ جلدی سے وہاں پہنچ کر اُس کو جالے میں خوب جکڑ دیتی ہے، مکڑی کو چھت پر سے زمین پر آنا ہوتا ہے تو اپنے ہی لعاب کے تار سے نیچے آتی ہے، جبکہ انسان ہزاروں روپئے خرچ کر کے لفٹ کے ذریعہ اوپر سے نیچے آتا جاتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ مکڑی کو انسان جیسا دماغ نہیں اور نہ اس کو کوئی بیرون میں تربیت دے رہا ہے، یہ دراصل پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ ہے، اس لئے وہ کسی کتاب، مدرسہ اور اُستاد کی محتاج نہیں۔

سورج اور چاند پر غور کیجئے: سورج اور چاند کا وقت پر نکلنا اور وقت پر غروب ہونا، یہ

کس کی ہدایت ہے؟ سورج اور چاند میں کتنا ڈسپلن اور سلیقہ ہے کہ وہ اپنے اپنے وقت کی پابندی کے ساتھ طلوع اور غروب ہوتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا میں دن اور رات کا سلسلہ چل رہا ہے، سورج چاند کی طرح تھوڑا تھوڑا طلوع نہیں ہوتا؛ بلکہ پورا پورا نظر آتا ہے، طلوع اور غروب ہوتے وقت لال گولے کی طرح دکھائی دیتا ہے اور جیسا جیسا دن بڑھتا جاتا ہے وہ اپنی روشنی کو اُسی حساب سے پھینکتا رہتا ہے، پھر دوپہر کے بعد آہستہ آہستہ اپنی روشنی میں کمی کرنا شروع کردیتا ہے، چنانچہ دن کے اوقات میں سورج کی روشنی سے انسان دن کے چڑھنے اور ڈھلنے کا آسانی سے اندازہ لگالیتا ہے، صبح کے اوقات میں سورج اپنی روشنی ہلکی اور ٹھنڈی پھینکتا ہے جس کی وجہ سے ہر روز صبح کا موسم بڑا ہی خوشگوار، ٹھنڈا اور پُرسکون ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ وہ اپنی روشنی میں تیزی پھینکتا ہے اور دوپہر کو شعلے کی طرح دہکتا رہتا ہے، اور روشنی میں ٹھنڈک باقی نہیں رہتی، اسی طرح غروب ہوتے وقت پوا رنظر آتا ہے مگر روشنی میں کمی ہوجاتی ہے، شام کا موسم صبح کے موسم کی طرح نہیں ہوتا؛ بالکل الگ ہوتا ہے، ذرا غور کیجئے سورج کو کس نے ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ دن کے اوقات کے لحاظ سے اپنی روشنی ہلکی، تیز، ٹھنڈک اور گرمی کے ساتھ پھینکتا رہے، دوپہر میں روشنی کو تیز کردے اور شام کو روشنی میں کمی کردے، ذرا غور کیجئے صبح کی کم روشنی میں اندھیرا نہیں سکون ہوتا ہے، شام کی کم روشنی میں اندھیرا چھانے لگتا ہے، سورج کے اس طرح طلوع وغروب ہونے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت یافتہ بنایا ہے۔

سورج سال کے بارہ مہینے نکلتا ہے، اگر نظر نہ بھی آئے تو روشنی برابر دیتا ہے، برفانی اور سرد علاقوں میں سورج مہینوں نظر نہیں آتا مگر روشنی برابر دیتا ہے، کبھی غیر حاضر نہیں ہوتا، ذرا غور کیجئے کہ آخر سورج کو کس نے یہ ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ گرما کے موسم میں شعاعیں تیز کردے اور زمین پر گرمی زیادہ پھینکے؟ سردی اور برسات کے موسموں میں شعاعوں میں تیزی کیوں نہیں رہتی؟ اگر انسان کی عقل یہ کہے کہ برسات کے موسم میں آسمان پر بادل ہوتے ہیں اس لئے شعاعوں میں تیزی کم ہوتی ہے، مگر برسات میں ہر روز تو بارش نہیں ہوتی

پھر بھی اس کی روشنی میں ٹھنڈک کیوں ہوتی ہے؟اور سردی کے موسم میں بادل تو نہیں آتے پھر شعائیں تیز کیوں نہیں رہتیں اور برسات میں سردی کم کیوں رہتی ہے؟ ذرا غور کیجئے آخر اس کی شعائیں سال کے بارہ مہینے تیز کیوں نہیں رہتیں؟ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ یہ سب دراصل اللہ تعالیٰ کی ہدایتیں ہیں جو سورج اپنی ڈیوٹی اس طرح سے انجام دے رہا ہے اور زمین پر جس انداز سے موسم چاہئے اُسی انداز سے اپنی روشنی اور گرمی پھینک رہا ہے۔

اسی طرح چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کی وجہ سے دنیا میں دنوں، مہینوں اور تاریخوں کا حساب لگایا جاتا ہے، چاند دراصل دنیا کی جنتری ہے، چاند کی گردش پر ذرا غور کیجئے! چاند سورج کی طرح ایک دم ظاہر نہیں ہوتا، جن ایّام میں چاند کے نکلنے اور کچھ دیر کے لئے آسمان پر نظر آنے کا وقت ہوتا ہے تو ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ چاند کا ذرا سا حصہ نظر آنے پر یا چاند کے غائب ہوتے ہی جس طرح لائٹ بند یا کم ہوتے ہی کمرے میں اندھیرا چھا جاتا ہے اُسی طرح دنیا میں بھی اندھیرا ہی اندھیرا ہو جانا چاہئے تھا؟ جس طرح سورج کے طلوع ہوتے وقت روشنی کم ہوتی یا غروب ہونے پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور پورا نکلنے پر روشنی تیز ہوتی ہے اُسی طرح چاند کے غائب ہوتے ہی اندھرا ہو جانا چاہئے؟ مگر ایسا نہیں ہوتا، مہینے کی شروع کی تاریخوں میں چاند بالکل باریک کھجور کی گٹھلی کی طرح نظر آ کر کچھ ہی دیر میں غائب ہو جاتا ہے اور انسانوں کو ابتدائی تاریخوں کا اعلان کر دیتا ہے کہ مہینہ شروع ہوا ہے، آج مہینے کی پہلی یا دوسری یا تیسری تاریخ ہے، پھر انسانوں کی نظروں سے غائب رہتا ہے؛ مگر روشنی برابر پھینکتا ہے، اور مہینے کے ختم پر بھی گھٹتا رہتا ہے؛ مگر روشنی برابر پھینکتا ہے، ذرا غور کیجئے چاند کو مہینہ شروع اور ختم ہونے کی تاریخ بتلانے کی ہدایت کس نے دے رکھی ہے؟ اور اس کو کم زیادہ ہو کر طلوع ہونے کی تربیت کس نے دے رکھی ہے؟ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ اس کے مالک کی ہدایت اور تربیت کی وجہ سے وہ پورے ڈسپلین کے ساتھ اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا ہے، انسان کو سورج، چاند سے اوقات کی پابندی، وعدے کی پابندی سیکھنا چاہئے، اگر سورج، چاند اپنے اوقات پر طلوع نہ ہوں تو دنیا کا نظام درہم برہم

ہو جائے گا، ذرا سوچئے سورج اگر دو گھنٹے دیر سے نکلے اور دو گھنٹے دیر سے غروب ہو تو دن کے اوقات، کاروبار اور انسانوں اور دوسرے جانداروں کے آرام لینے کا کیا حال ہو گا؟

درخت اور پودوں پر غور کیجئے:۔ دنیا کے تمام درخت اور پودے اپنے اپنے موسم ہی میں پھل اور پھول دیتے ہیں، چنانچہ دنیا میں اکثر پھولوں اور پھلوں کے الگ الگ موسم ہیں آخر وہ بے موسم پھول کیوں نہیں دیتے؟ کون انہیں ہدایت دے رکھا ہے کہ وہ اپنے اپنے پھل فلاں فلاں موسم ہی میں دنیا میں ظاہر کریں حالانکہ درختوں اور پودوں کو انسان کی طرح عقل اور فہم ہی نہیں، مگر وہ پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ ہیں، اس لئے بے موسم پھل اور پھول نہیں دیتے۔

درختوں اور پودوں پر یہ بھی غور کیجئے کہ تمام درخت اور پودے ایک ہی مٹی، ایک ہی ہوا اور ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے اور پرورش پاتے ہیں، اور بعض اوقات مختلف پودوں کی جڑیں بھی ایک دوسرے سے زمین میں ملی ہوئی ہوتی ہیں مگر پھر بھی ہر پودے اور درخت سے اس کی جنس کے الگ الگ رنگوں والے پھول اور الگ الگ مزوں والے پھل نکلتے ہیں، ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ غلطی سے آم کے درخت کو کچھ جام بھی لگ جائیں اور جام کے درخت کو کچھ لیموں بھی لگ جائیں اور گلاب کے پودے کو کچھ موتیا بھی لگ جائیں، یہ اس لئے نہیں ہوتا کہ تمام پودے اور درخت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں اور وہ بغیر کسی بیرونی تربیت و رہنمائی کے اپنی اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہتے ہیں، درختوں اور پودوں کی زندگی میں ڈسپلین ہی ڈسپلین ہے؛ جس کی وجہ سے وہ اپنے اپنے موسموں میں اپنی اپنی پیداوار ظاہر کرتے ہیں، درخت تمام بدبودار گیاسوں کو جذب کر کے صاف ہوا چھوڑتے ہیں، ورنہ انسانوں اور جانوروں کے لئے زمین پر زندگی مشکل ہو جاتی، درخت زمین کی فضاء کو صاف کرنے والی مشینیں ہیں۔

زمین پر غور کیجئے:۔ زمین پر تمام درخت اور پودے لگائے جاتے ہیں؛ مگر زمین جن پودوں اور درختوں سے جو چیز ظاہر کرنا ہے وہی چیز ظاہر کرتی ہے، زمین کو اگر کھود کر دیکھا جائے تو نہ اُس میں چاول ملیں گے نہ گیہوں اور نہ دالیں ملیں گی، نہ ترکاریاں ملیں گی اور نہ

پھل پھول ملیں گے، مگر یہ تمام چیزیں زمین میں سے آتیں اور زمین ہی کا رس اور نچوڑ ہیں، یہ دراصل زمین کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جس کی وجہ سے وہ انسان اور دوسری مخلوقات کی ضرورتوں کی اکثر چیزوں کو درختوں اور پودوں کے ذریعہ دیتی رہتی ہے، زمین کبھی غلطی نہیں کرتی اور نہ زمین کو بیرونی ہدایت کی ضرورت ہے، وہ جس درخت اور پودے سے جو چیز ظاہر کرنا ہے وہی ظاہر کرتی رہتی ہے۔

زمین معدنیات کا خزانہ ہے، اسی میں سے انسان بہت ساری معدنیات کو نکالتا ہے، تمام درخت اور پودوں کی جڑیں اسی میں محفوظ اور زندہ رہتی ہیں، سینکڑوں کیڑے مکوڑے اسی میں زندہ رہتے ہیں، آخر زمین کو کس نے یہ ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ اپنے پیٹ میں معدنیات، کیڑے مکوڑوں اور نباتات کی جڑوں کو تو زندہ اور محفوظ رکھے، مگر مردہ انسانوں اور جانوروں کو دفن کرنے پر گلا کر ختم کردے؟ آخر زمین کو یہ ہدایت کس نے دی کہ انسانوں میں جو انسان پیغمبر ہوتے ہیں ان کے جسموں کو محفوظ رکھے، گلنے نہ دے، مگر عام انسانوں کو گلا کر ختم کردے؟

حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انسان جب زمین کے کسی حصہ پر بُرا عمل کرتا ہے تو وہاں اس کی فوٹو اُتر جاتی ہے اور قیامت کے دن وہ زمین اور اُس کا حصہ گواہی دیں گے، زمین کو جب وحی ہوگی تو وہ اپنے اندر کی تمام خبریں بیان کرے گی اور مردوں کو باہر نکال پھینکے گی، انسان کو جب قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو زمین اس کو دبوچتی اور دباتی ہے۔

زمین کی خاصیت یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر کے پانی کو جذب کرلیتی ہے، مگر انسان جو زمین کے اوپر تالاب اور ڈیم بناتا ہے؛ آخر زمین کو کس نے ہدایت دے رکھی ہے کہ وہاں پانی کو جذب نہ کرے اور انسانوں کو پانی پینے اور زراعت وغیرہ کے لئے باقی رکھے؟ یہ کس کی ہدایت ہے؟ کیا یہ سب بغیر ہدایت کے ہورہا ہے؟ اگر ہدایت نہ ہوتی تو ایک بھی ڈیم کا پانی سال بھر باقی نہ رہتا اور زمین میں جذب ہوجاتا، تمام جاندار زمین پر جتنی گندگی اور غلاظت کرتے ہیں وہ تمام کی تمام زمین اپنے اندر جذب کرکے مٹی بنادیتی

ہے، ورنہ زمین پر ہر طرف گندگی ہی گندگی رہ جاتی، انسان لاکھوں روپے خرچ کر کے بھی اُس گندگی کو صاف نہیں کرسکتا تھا، اور نہ اس کی بدبو دور کرسکتا تھا، ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ زمین کو کیسی ہدایت دے رکھا ہے۔

بادلوں پر غور کیجئے:۔ دنیا میں اپنے اپنے وقت پر موسموں کا آنا یہ کس کی تربیت ہے؟ برسات کا موسم شروع ہوتے ہی بادل ہی بادل آسمان پر نظر آتے ہیں اور پھر برسات کا موسم ختم ہوتے ہی یہ بادل کہاں غائب ہوجاتے ہیں؟ بادلوں کو کس نے ہدایت دی کہ وہ فلاں موسم میں فلاں فلاں علاقوں میں رہیں اور برسیں، اور جب برسات کا موسم ختم ہوتے ہی وہاں سے غائب ہوجائیں، ویسے تو سال کے بارہ مہینے آسمان پر بادل آتے جاتے نظر آتے ہیں، مگر سال بھر نہیں برستے، برسات کے موسم میں خاص طور پر موسم ختم ہونے تک برستے ہی رہتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ کون انہیں ہدایت دیتا ہے؟ بادلوں کو انسان جیسا دماغ اور عقل ہی نہیں، پھر یہ نظم کیسے چل رہا ہے؟ پھر اُس کے برسنے میں بھی یکسانیت نہیں، کبھی آہستہ برستے ہیں اور کبھی طوفانی انداز میں برستے ہیں، اور بعض وقت طوفان اور طغیانی آجاتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ گھنے بادل آسمان پر چھا جاتے ہیں مگر برستے نہیں، یا پھر برسات کا موسم شروع ہونے کے باوجود بادل آتے ہی نہیں اور زمین پر قحط اور پانی کی تنگی پیدا ہوجاتی ہے، آخر یہ کس کی ہدایت ہے کہ بعض مرتبہ برسات کے موسم میں برستے ہی نہیں اور لوگ پانی کے لئے دعائیں مانگتے ہیں؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، جس پر بادل اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں، بادلوں کو کسی حکومت کی یا کسی استاد کی رہنمائی کی ضرورت نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔

پانی پر غور کیجئے:۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ معمولی لکڑی کی کاڑی بھی ہو تو ڈوبا ڈالے، چنانچہ بڑی سے بڑی وزنی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز پانی میں ڈوب جاتی ہے، مگر ذرا غور کیجئے کہ ہزاروں ٹن وزنی جہاز پانی پر پھولوں کی طرح کس کے حکم سے تیرتے ہیں؟ کس نے پانی کو ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ جہازوں کو تیراتے رہیں اور انسان

کو اپنے کاروبار کرنے کا موقع فراہم کرتا رہے؟ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانی کو ہدایت ہے کہ وہ جہازوں کو تیراتا رہے، اگر جہازوں کے بنانے میں انسانی کمال کو دخل ہوتا تو جہاز پانی میں کبھی بھی ڈوبتے نہ تھے، مگر اللہ تعالیٰ کو ان کی عاجزی اور مجبوری بتلانے کے لئے جہاز کو کبھی کبھی پانی میں غرق بھی کرتا ہے۔

سائنس کی تحقیق ہے کہ سمندروں اور تالابوں کا پانی سورج کی گرمی سے بھاپ بن کر ہواؤں میں اُڑ جاتا ہے اور ہوائیں اس کو بادلوں کی شکل میں لئے پھرتی ہیں، مگر ذرا غور کیجئے کہ جب برسنے کا وقت آتا ہے تو آبشار کی شکل میں یا دریا کے دہانے کی شکل میں ایک دم زمین پر نہیں گرتا؛ بلکہ باریک قطروں اور دھاروں کی شکل میں گرتا ہے جس سے انسانوں کے مکانات، کھیت، درخت، جانور، سب محفوظ رہتے ہیں، کسی کو تکلیف نہیں ہوتی، ذرا غور کیجئے پانی کو اس طرح برسنے کی تربیت کس نے دے رکھی ہے؟ یہ کس کی ہدایت ہے کہ ندی، نالوں اور دریاؤں کے بہاؤ کی طرح زمین پر نہ برسے، اگر دہانوں کی شکل میں برستا تو سینکڑوں انسان، جانور، درخت، پودے، مکانات سب تباہ و برباد ہوجاتے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی پانی کو ہدایت ہے جس کی وجہ سے اُس کے برسنے میں یہ نظم اور ڈسپلین ہے، اور وہ سلیقہ کے ساتھ برستا ہے؛ ورنہ آسمان میں کوئی چھلنی نہیں اور نہ کوئی شور ہے جو اُس کو تیز اور آہستہ قطروں اور دھاروں کی شکل میں مشین کی طرح زمین پر گرا رہی ہے، بادل جو دُھویں کی طرح ہوتے اور نظر آتے ہیں، جس میں سے ہمارے ہوائی جہاز گذرتے ہیں، آخر اُس دھویں کو پانی بننے کی تربیت کس نے دے رکھی ہے؟ کس کی ہدایت سے وہ دُھواں اور بھاپ پانی بن جاتا ہے، جبکہ آسمان پر بھاپ کو ٹھنڈا کرنے کی کوئی مشین ہی نہیں؟ بادلوں کو پانی بننے کی ہدایت وتربیت صرف اللہ تعالیٰ نے دی ہے جس کی وجہ سے وہ وقت پر پانی میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔

سائنسی تحقیق کے مطابق اگر سورج کی گرمی سے تالابوں سے اور سمندروں کا پانی بھاپ بنتا ہے، تو ذرا غور کیجئے کہ ایسی صورت میں سمندر کے تمام جانور ہلاک ہوجاتے،

اس لئے کہ پانی کو بھانپ کی شکل اختیار کرنے کے لئے کافی گرم ہونا پڑتا ہے، اگر ایک برتن میں دس لیٹر پانی ہو اور اس پانی کے کچھ حصہ کو بھاپ بننے کے لئے پورے دس لیٹر پانی کو گرم ہونا پڑتا ہے تب ہی بخارات بنتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ اوپر کا ایک لیٹر پانی گرم ہو جائے اور نیچے پورا نو لیٹر پانی ٹھنڈا رہے، ایسا کبھی نہیں ہوتا، اور صرف اوپر کے ایک لیٹر پانی کے گرم ہونے اور باقی نو لیٹر پانی ٹھنڈا رہنے سے پانی کبھی بھاپ نہیں بنتا، بھاپ بننے کے لئے پورا دس لیٹر پانی گرم ہونا پڑتا ہے تب ہی بھاپ بن سکتا ہے

اسی طرح ذرا سوچئے سمندروں اور تالابوں کا پورا کا پورا پانی گرم کب ہوگا؟ اور گرم ہو جائے تو پھر پانی میں رہنے والے تمام جانور ہلاک ہو جاتے، یہ تو صرف انسانی تحقیق ہے کہ سورج کی گرمی سے پانی بھاپ بن کر ہواؤں میں اُڑتا ہے، مگر غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ یہ صرف پانی کو اُس کے مالک کی ہدایت ورہنمائی ہے کہ وہ ہواؤں سے اُڑتا رہے اور بادلوں کی شکل اختیار کرتا رہے، پانی پر سے آنے والی ہوائیں ہمیشہ ٹھنڈی ہوتی ہیں، اگر پانی بھاپ بن کر اُڑتا تو ہوا گرم ہوتی اور زمین پر ہمیشہ گرم فضاء ہی رہتی، کولر سے پانی گرم ہو کر نہیں بلکہ ہوا کے ذریعہ اُڑتا ہے، پھر یہ بھی غور کیجئے کہ بھاپ کو ٹھنڈک ملتے ہی وہ پانی بن جاتا ہے، مگر بادل باوجود ٹھنڈک میں ہونے کے برستے ہی نہیں؛ جبکہ بعض اوقات انہی بادلوں سے اولے اور برف برستے ہیں، یہ بات ہماری عقل میں آ ہی نہیں سکتی کہ ایک طرف بھاپ اور دوسری طرف اولے اور برف دونوں ایک ساتھ کیسے ہیں؟

بھاپ کا تعلق گرمی سے، اولے اور برف کا تعلق ٹھنڈک اور سردی ہے، بس یہ بات کہنی پڑے گی کہ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہدایت ورہنمائی ہے کہ پانی بادلوں کی شکل اختیار کر رہا ہے اور ہوائیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے انہیں آسمانوں پر اڑائے لئے پھرتی ہیں، اسی طرح ہوا میں معمولی پتھر یا لکڑی کا ٹکڑا بھی کیوں نہ ہو گر جاتا ہے، مگر ہوا برف کو کیسے اُٹھائے لئے پھرتی ہے؟ پھر یہ بھی غور کیجئے کہ سورج کی شعاعیں ہر موسم میں گرم نہیں ہوتیں، صرف گرما ہی کے موسم میں گرم اور تیز ہوتیں ہیں، سردی اور برسات کے موسموں میں پانی

بھاپ کیسے بنے گا؟ یہ تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی کا انتظام ہے، پھر یہ بھی ذرا غور کیجئے کہ سمندروں کے پانی کو گرم کرنے کے لئے سورج کو کتنی سخت گرمی پھینکنی پڑتی ہے اور اس سے زمین کے تمام جاندار (نباتات اور حیوانات) کی زندگی کو خطرہ ہو جاتا ہے۔

ذرا اس پر بھی غور کیجئے کہ جب دنیا کی آبادی کم تھی اتنے ہی سمندر تھے، آج دنیا کی آبادی ہزاروں گنا بڑھ گئی ہے، اُسی مقدار سے پانی کا خرچ بھی بڑھ گیا ہے، آخر اضافہ آبادی کے لئے پانی کی مقدار میں اضافہ کب اور کہاں ہو رہا ہے؟ کس نے پانی کو ہدایت دے رکھا ہے کہ دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورت پوری کرتا رہے اور سمندروں کو خالی ہونے نہ دیا جائے، اتنی آبادی پر تو سمندر خالی ہو جانا چاہئے تھے؟ یہ سب باتیں سمجھ سے باہر کی ہیں، صرف یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو جس طرح سے ہدایت دے رکھی ہے وہ اُسی طرح اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہا ہے، حدیث سے یہ بات ملتی ہے کہ بہتا ہوا پانی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔

انسانی جسم پر غور کیجئے:۔ دنیا کی دوسری مخلوقات کی طرح انسانی جسم اور جسم کے اعضاء بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ ہیں، وہ انسان کی مرضی کے مطابق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں اور انسان کا ان کی پرورش پر کوئی کنٹرول نہیں۔

اللہ تعالیٰ خالق ہونے کے ناطے انسان کو بنایا اور پیدا کیا، اور مصوّر ہونے کے ناطے اس کی شکل وصورت اور جسم وجسمانی اعضاء کی صورت گری فرمایا، چنانچہ انسانی جسم کو جس طرح کے اعضاء کی ضرورت اور تصویر چاہئے تھی اُن کی ساخت اور صورت ویسی ہی بنایا، پھر ہادی ومعلم ہونے کے ناطے انسانی اعضاء آنکھ، ناک، کان، زبان، دل ودماغ، گردے، خون، جگر، معدہ اور بالوں وغیرہ کو جس جس طرح کی رہنمائی وہدایت کی ضرورت تھی وہ ہدایت ورہنمائی عطا فرمایا؛ تاکہ تمام اعضاء اپنی اپنی ڈیوٹی اور ذمہ داری اس کی مرضی ومنشاء کے مطابق انجام دیتے رہیں۔

ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات مخلوقات پر کیسے کام کر رہی ہیں؟ اور وہ اپنی

صفت ربوبیت کے ناطے مختلف جانداروں کی پرورش کیسے کر رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا رازق ہے اور اس نے رازق ہونے کے ناطے مختلف جانداروں کی مختلف غذائیں مقرر فرمائیں، اب ان غذاؤں کو ہضم کروانا بھی اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، چنانچہ خالق ہونے کے ناطے اُس نے اپنی مخلوقات میں معدہ نام کا ایک عضو بنایا جس کے پانچ خانے رکھا ہے، پھر ہادی و معلم ہونے کے ناطے وہ تمام جانداروں کے معدوں کو ہدایت دے رکھا ہے کہ کونسا معدہ صرف گوشت کو ہضم کرے اور کونسا معدہ صرف گھانس پتّوں کو ہضم کرے اور کونسا معدہ پکی ہوئی غذاؤں کو ہضم کرے اور کونسا معدہ کچّی، بغیر پکی غذاء اور دانے کو ہضم کرے؟ اور کونسا معدہ گوشت اور ترکاریوں دونوں کو ہضم کرے؟ اب اگر گھانس اور پتے کھانے والی مخلوق گوشت کھالے، یا پکی ہوئی غذائیں کھانے والی مخلوق بغیر پکا ہوا دانہ واناج کھالے، یا دودھ پینے والا بچہ گوشت کھالے، یا پکی ہوئی غذائیں کھانے والی مخلوق بغیر پکی غذائیں کھا لے تو معدہ اپنے مالک کی ہدایت کے خلاف غذاؤں کو قبول نہیں کرتا، اس لئے کہ اُس سے جسم کو نقصان پہنچتا ہے اور جسم کی تربیت و پرورش نہیں ہوسکتی، یہ سب ہدایت ورہنمائی جسم کی تربیت و پرورش کے لئے اللہ تعالیٰ نے معدہ کو دے رکھی ہے اور معدہ اللہ تعالیٰ کی اسی ہدایت ورہنمائی میں اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہادی و معلم ہونے کے ناطے معدہ کو کیسے ہدایت ورہنمائی دے رکھی ہے کہ وہ ایک خاص مدت اور عمر تک انسان کا ساتھ دیتا ہے، پھر کام کرنا بند کر دیتا ہے، جب انسان کا آخری وقت آجاتا ہے اور جسم کے اعضاء کمزور ہو کر غذاء قبول کرنا بند کر دیتے ہیں تو معدہ اور جگر اللہ تعالیٰ کے حکم و ہدایت سے اپنا کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور غذاء کو اندر سے باہر بھی نکال پھینکتے ہیں، جس کی وجہ سے اکثر انسانوں کی آخری دنوں میں غذاء معدہ میں پچتی بھی نہیں، تب ایسے انسانوں کو گلوکوس کی شکل میں رگوں کے ذریعہ غذاء پہنچائی جاتی ہے۔

انسان یا دوسرے جاندار غلطی سے زہریلی غذاء کھالیں تو اللہ جس جاندار کو باقی اور زندہ رکھنا چاہتا ہے معدہ کو یہ ہدایت دے رکھا ہے کہ اس زہریلی غذاء کو وہ ہضم نہ کرے

اس لئے اس سے جسم کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ زہریلی غذاء جاتے ہی معدہ ہضم کرے بغیر ہی اسکا بہت سارا حصہ منہ کے راستے سے واپس کر دیتا ہے یا پھر بول و براز کے ذریعہ خارج کر دیتا ہے، چنانچہ فوڈ پائزن (Food Poision) ہونے پر انسان دست اور قے میں مبتلا ہو جاتا ہے، ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ صرف خالق ہی نہیں بلکہ ہادی اور معلم ہونے کے ناطے وہ کیسی ہدایت معدے کو دے رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے خالق ہونے کے ناطے معدہ کو صرف بنایا ہی نہیں اور نہ رب ہونے کے ناطے اس کو اس کی استطاعت کے مطابق غذا فراہم ہی نہیں کرتا بلکہ زبان اور دانتوں کو یہ ہدایت دے رکھا ہے کہ وہ غذاء کو مشین کی طرح باریک کر کے معدہ میں پہنچائیں اور یہ باریک پسی ہوئی غذاء معدہ کے پانچ خانوں میں سے ہوتی ہوئی گذرتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے معدہ کو یہ ہدایت دے رکھی ہے کہ غذاء کی کتنی مقدار ہضم کر کے کارآمد بنائی جائے اور کتنی مقدار کو ناکارہ بنا کر علاحدہ کر دیا جائے؟ پھر کارآمد غذاء کی مقدار کے جسٹ (مواد) کو جگر تک پہونچایا جائے، اور جگر کو یہ ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ غذاء کے اس جسٹ کو جسم کے مختلف اعضاء تک کتنی کتنی مقدار میں پہنچاتا رہے؟ جگر جو اللہ تعالیٰ کا ہدایت یافتہ ہے ہضم کردہ غذاء کے جسٹ کو لیکر جسم کے مختلف حصوں تک پہنچا کر اپنی ڈیوٹی انجام دیتا ہے، غذاء میں شکر اور لوہا وغیرہ زیادہ مقدار میں آجائے تو معدہ اتنی ہی مقدار میں غذاء کے کارآمد اجزاء کو لے لیتا ہے جتنی جسم کو ضرورت ہوتی ہے اور زائد شکر اور لوہے کو بول و براز کے ذریعہ خارج بھی کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے بعض حالتوں میں بول و براز کا رنگ کالا بھی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی پر مزید غور کیجئے کہ غذاء جیسے ہی جاندار کے منہ میں داخل ہوتی ہے زبان کے بازو کے دونوں غدود فوراً لعاب تیار کرتے ہیں اور معدہ کو میسیج بھیجتے ہیں کہ اتنی مقدار میں شکر آرہی ہے اس لئے انسولین تیار رکھی جائے، پھر جب معدہ بھوک کے مطابق غذاء حاصل کر لیتا ہے تو دماغ کے بھوک کے خانے کو کوٹہ پُر ہو جانے کی اطلاع دیتا ہے کہ وہ مزید غذاء کو اندر جانے نہ دے، چنانچہ اسی اطلاع کی وجہ سے انسان

مزید غذاء اور میٹھا کھانے سے اپنا ہاتھ روک لیتا ہے اور انسان کہتا ہے کہ بس اب طبیعت نہیں چاہ رہی ہے، طبیعت سیر ہو چکی ہے، اگر انسان کے دماغ میں خرابی ہو تو دماغ کے بھوک کا خانہ کام نہیں کرتا جس کی وجہ سے پاگل انسان بہت زیادہ کھا تا رہتا ہے، غور کیجئے اللہ تعالیٰ ہادی اور معلم ہونے کے ناطے کیسے جسمانی اعضاء کو ہدایت ورہنمائی دے رکھا ہے، جگر میں خرابی پیدا ہو جائے اور وہ بیمار ہو جائے، یرقان کا شکار ہو جائے، تو وہ معدہ کے بھوک کی الارم کو بند کر دیتا ہے تا کہ مزید غذاء آنے نہ پائے، اب ذرا غور کیجئے معدہ اور جگر کام نہ کریں تو کوئی دوسرا ہادی و معلم ہی نہیں جو ان کو ہدایت دے سکے، وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اُن کو ہدایت دے سکتا ہے، اور وہ صرف اُسی کی ہدایت سمجھ سکتے ہیں، اُس کے علاوہ وہ کسی کی ہدایت قبول نہیں کرتے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ أَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی.** موسیٰؑ نے کہا کہ ہم سب کا رب وہی ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی، پھر رہنمائی فرمائی، یعنی وہ ہر چیز کو صرف بناتا اور پیدا کرتا ہی نہیں بلکہ اُن کی مکمل رہنمائی بھی کرتا ہے؛ تا کہ ہر چیز اپنی اپنی ذمہ داری ٹھیک ٹھیک اور پوری خوبی کے ساتھ انجام دیتی رہے۔

بعض اوقات انسان کچھ ثقیل غذاء کھا لیتا ہے، معدہ اس کو ہضم نہیں کر پاتا اور آدمی بدہضمی کا شکار ہو جاتا ہے، اب معدہ کھٹی ڈکاروں کے ذریعہ انسان کو یہ الارم دیتا ہے کہ وہ ابھی غذاء کو ہضم کرنے کے قابل نہیں ہے، مزید غذاء اس میں نہ ڈالی جائے، اس لئے کہ وہ بھوک کو بند کر دیتا ہے، تمام جانداروں کا معدہ ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے وہ بھوک و پیاس کا احساس دلا کر غذاء اور پانی کو وقت پر طلب کرتا ہے اور گھڑی کی الارم کی طرح وہ بھوک اور پیاس کا احساس دلاتا رہتا ہے۔

آگے مزید غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ رزّاق ہونے کے ناطے جانداروں کو دال، چاول ترکاریاں، گوشت، انڈے، گھاس، پتّے، خون، پانی، دودھ اور تیل وغیرہ جیسی غذائیں کھلاتا ہے اور مختلف جانداروں کے جسم کی ضرورتوں کو پوری فرماتا ہے، اب ذرا غور کیجئے

کہ ان غذاؤں میں کہیں پر بھی جاندار بننے کا بیج موجود ہی نہیں ہوتا، اور نہ ان غذاؤں میں کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جس سے جانداروں میں رحم دلی، سخت دلی، بزدلی، دلیری، غصہ، عدل، سخاوت، ذہانت، ہوشیاری، چالاکی، کند ذہنی، عقلمندی یا کم عقلی وغیرہ جیسے خواص پیدا ہوں، مگر ذرا غور کیجئے غذاء اندر جا کر اپنے خالق کی ہدایت و رہنمائی سے کہیں بال بنا رہی ہے، کہیں گوشت، کہیں ناخن اور کہیں ہڈی اور کہیں طاقت پیدا کر رہی ہے، کہیں سماعت بصارت اور قوت گویائی بڑھا رہی ہے، کسی میں بزدلی اور ڈرپوک پن پیدا ہو رہا ہے، کسی میں کند ذہنی پیدا ہو رہی ہے، کسی میں غصہ اور سخت دلی پیدا ہو رہی ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہی غذاء ایک مقام پر پہنچ کر نطفے میں تبدیل ہو جاتی ہے جس میں پھر جاندار بننے کی استعداد رکھنے والا بیج موجود رہتا ہے، پھر جب حمل ٹھہرتا ہے تو اُس کی شکل وصورت پانی پر تیار ہوتی ہے اور اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ وہ خوردبین کے بغیر دیکھی نہیں جاسکتی، یہ سب اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی کی وجہ سے ہوتا رہتا ہے، جسم کے جس عضو کو جو چیز چاہئے وہ تیار ہوتی رہتی ہے، کس حمل کو دوران حمل ساقط ہو جانا ہے؟ کس حمل کو مکمل ہونے دینا ہے؟ کس کو زندہ نکالنا ہے؟ کس کو مردہ پیدا کرنا ہے؟ کس کی صورت کیسی ہونی چاہئے؟ کس کے اعضاء میں نقص رکھنا ہے؟ اور کس کے صفات کیا ہونے چاہئیں؟ کس کو نر بنایا جائے اور کس کو مادہ بنایا جائے؟ کس کو اعلیٰ درجہ کی صلاحیتیں دی جائیں، کس کو عام درجے کی صلاحیت والا بنایا جائے؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہادی ومعلم ہونے کے ناطے ہر روز لاکھوں حاملہ جانداروں کے رحموں میں ہوتا رہتا ہے، غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ صرف خالق، رب اور حاکم ہی نہیں بلکہ وہ ہادی اور معلم بھی ہے۔

انسان کے تمام بدن پر بال ہوتے ہیں، پیدا ہونے والے بچے کے سر کے بال تو کافی گھنے ہوتے ہیں، انسانی بدن پر سر، داڑھی، مونچھ، بغل اور زیرِ ناف کے بال ہمیشہ بڑھتے ہی رہتے ہیں، مگر ذرا غور کیجئے کہ پلکوں، ہاتھوں پیروں کے بالوں کو نہ بڑھنے کی ہدایت کس نے دے رکھی ہے، اسی طرح پورے بدن میں ہتھیلی اور تلووں پر بال نہ اُگنے کی

ہدایت کس نے دے رکھی ہے؟ پھر یہ بھی غور کیجئے کہ مرد کے جوان ہونے کے بعد داڑھی اور مونچھ کے بال ظاہر ہوتے ہیں، جوان ہونے سے پہلے ظاہر کیوں نہیں ہوتے؟ عورت کے چہرے پر جوان ہونے کے باوجود داڑھی اور مونچھ نہیں آتی اور نہ ہی سینے پر بال اُگتے ہیں، بالوں کے اُگنے اور نہ اُگنے کی ہدایت وتعلیم بالوں کو کس نے دے رکھی ہے؟ خالق کائنات نے انسان کے لئے یہ نظام بنایا کہ وہ پیدا ہوتے ہی اپنی ماں کی چھاتی سے دودھ پیئے گا، غور کیجئے اس میں ایک حکمت یہ بھی نظر آتی ہے کہ بندوں کے منہ میں بال جانے کی حفاظت میں عورت کے سینے پر بالوں کے اُگنے کا حکم نہیں دیا، پھر ذرا غور کیجئے کہ انسان جب بوڑھا ہوتا ہے تو اُس کے بدن کے تمام بال ایک ساتھ سفید نہیں ہوتے، سب سے پہلے کنپٹی کے قریب کے بال سفید ہوتے ہیں، پھر سر، داڑھی، مونچھ کے دو چار بال سفید ہوتے نظر آتے ہیں اور آخر میں پلکوں اور بھوں کے بال سفید ہوتے ہیں، جبکہ کسی کھیت میں پانی بند کر دیا جائے تو تمام پودے ایک ساتھ پیلے پڑنا شروع ہوجاتے ہیں، ایک ایک دو دو نہیں ہوتے، جب انسان پر بوڑھاپا آجائے تو سب بال ایک ساتھ سفید کیوں نہیں ہوتے؟ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے خالق ہونے کے ناطے صرف بالوں کو بنایا ہی نہیں بلکہ ہادی اور معلم ہونے کے ناطے بالوں کو ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ انسان کی عمر کے لحاظ سے فلاں فلاں حال پر رہیں، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انسان کے جسم پر جتنے بال ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اُگتے، بڑھتے اور سفید ہوتے ہیں۔

اسی طرح مزید غور کیجئے کہ عورت اور مرد دونوں کی زبان چمڑے کی ہوتی ہے، مگر انسان پیدا ہوتے ہی زبان رکھ کر بات نہیں کرسکتا، جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو پیدا ہونے والے بچّوں میں لڑکا اور لڑکی کی آواز ایک جیسی ہوتی ہے، مگر جب وہ ذرا بڑے ہونے لگتے ہیں تو لڑکے کی آواز لڑکے جیسی اور لڑکی کی آواز لڑکی جیسی نکلنا شروع ہوجاتی ہے، ذرا غور کیجئے بچے جب چھوٹے ہوتے ہیں تو اُن کی آواز بڑوں جیسی کیوں نہیں ہوتی؟ آواز کو بچوں جیسی رہنے کی ہدایت کس نے دے رکھی ہے؟ اگر بچہ نو جوانوں اور بوڑھوں جیسی آواز

میں بات کرتا تو کوئی بھی اُس سے پیار نہ کرتا اور قریب بھی نہ آتا، اور انسانوں کو بڑا بھونڈا پن لگتا، پھر عورت اور مرد جوان ہوتے ہیں تو انسان کی جوانی میں عورت اور مرد کی آواز میں ایک خاص قسم کی کشش اور مٹھاس ہوتی ہے، وہی کشش اور مٹھاس بوڑھاپے میں باقی نہیں رہتی، اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مالک کائنات نے آواز کو بھی ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ انسان کی فلاں فلاں عمر میں فلاں فلاں انداز پر نکلے اور اس میں بچپن، جوانی اور بوڑھاپے کے اثرات ہوں، غور کیجئے کیسی عجیب قدرت ہے اللہ تعالیٰ کی؟ کیا کوئی دوسرا ہے جو ایسی قدرت رکھنے والا ہو؟ نہیں یہ کمال صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

اسی طرح مزید غور کیجئے اگر مرد میں عورت جیسی آواز پیدا ہو جائے اور عورت میں مرد جیسی آواز پیدا ہو جائے تو نہ مردوں کو وہ آواز سجتی اور نہ عورتوں کو وہ آواز سجتی، دونوں میں بڑا بھونڈا پن معلوم ہوتا اور انسان بھی اس کو پسند نہ کرتا، عورت کو عورت جیسی آواز اور مرد کو مرد جیسی آواز دے کر عورت میں زنانہ پن اور مرد میں مردانہ پن دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے عورت میں ایک خاص قسم کی نرمی اور نزاکت پیدا ہوگئی، بحیثیت انسان عورت اور مرد ایک ہی غذاء کھاتے اور ایک ہی پانی پیتے اور ایک ہی ہوا استعمال کرتے ہیں، دونوں کے منہ میں چمڑے کی زبان ہوتی ہے دونوں کو 32 ,32 دانت ہوتے ہیں، دونوں کے حلق کا نظام ایک جیسا ہوتا ہے اور دونوں کا خون ایک ہی طرح گردش کرتا رہتا ہے اور دونوں کے منہ یعنی ہونٹ ناک کے نیچے ہوتے ہیں؟ پھر اُن کی آوازوں میں فرق کیوں ہوتا ہے؟ عورت کی آواز میں زنانہ پن اور مرد کی آواز میں مردانہ پن کیوں ہوتا ہے؟ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ انسانوں کا خالق ہادی و معلم ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ نے آواز کو بھی بچپن جوانی اور بوڑھاپے کی حالتوں کے ساتھ مردانہ اور زنانہ انداز پر نکلنے کی ہدایت دے رکھی ہے، جب کہ کوّا چڑیا طوطا مینا اور کبوتر، چیل، بلی، کتّا، بکری، گائے، بھینس وغیرہ کے مونّث اور مذّکر کی آواز ایک ہی جیسی ہوتی ہے، اور بوڑھاپے میں ان جانوروں میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی آواز کو ہدایت ہے، وہ اپنی مخلوق کی آواز کو جیسے چاہے نکلنے کی

ہدایت دے سکتا ہے، اس لئے کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قدرت رکھتا ہے۔

اسی طرح غور کیجئے مرد اور عورت دونوں کی غذائیں ایک ہی ہونے اور ایک ہی آب وہوا میں پرورش پانے کے باوجود مرد اور عورت کی فطرت وعادت اور طبیعت ومزاج الگ الگ کیوں ہوتے ہیں؟ عورت میں نزاکت، شرم وحیا، قوّتِ برداشت اور صبر کا مادّہ مرد کے مقابل بہت زیادہ ہوتا ہے، آخر عورت اور مرد کی فطرت کو کس نے علاحدہ علاحدہ رہنے کی ہدایت دے رکھی ہے؟ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ اُن کے مالک نے ہادی ومعلم ہونے کے ناطے اُن کی فطرت اور طبیعت کو بھی ہدایت دے رکی ہے کہ وہ مردانہ اور زنانہ فطرت وطبیعت کے ساتھ زندگی گذارے۔

انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے کان عطا فرمایا، جس میں گوشت کا ایک پردہ ہوتا ہے، آنکھوں میں چربی کا ایک ڈلا اور منہ میں چمڑے کی ایک زبان، سر میں چربی سے بھرا ہوا ایک بھیجہ، یہ تمام اعضاء اللہ تعالیٰ کی ہدایت ورہنمائی میں کام کرتے ہیں، چنانچہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو یہ تمام اعضاء رہنے کے باوجود ایک انسان سننے، دیکھنے، بات کرنے اور سمجھنے جیسی صلاحیتوں سے محروم رہتا ہے اور جب بوڑھاپا آجاتا ہے تو پھر اصلی حالت پر لوٹ آتا ہے، یعنی انسان بوڑھاپے میں بچوں جیسا ہوجاتا ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ گوشت کو بھی سننے، دیکھنے، بات کرنے، اور سمجھنے اور سوچنے کا جب تک حکم دے رکھا ہے یہ اعضاء کام کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ملتا تو اپنا کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں، جبکہ جانوروں کو اللہ تعالیٰ اُن کی آخری عمر تک سب کچھ سناتا اور بات کراتا ہے، اُن کی سماعت، بصارت اور گویائی اور حافظہ کو کم نہیں کرتا۔

انسان پر جب دنیا سے جانے کا وقت آجاتا ہے تو اُس کے چہرے پر ناک، سینہ میں دھڑکتا دل اور ہوا میں آکسیجن ہونے کے باوجود اس کی سانس کیسے بند ہونے لگتی ہے؟ کون ہے جو ناک اور دل کو ہوا یعنی آکسیجن لینے سے رُک جانے کا حکم دیتا ہے؟ اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ناک اور دِل کو یہ ہدایت دے رکھی ہے وہ انسان کا

فلاں عمر تک ساتھ دے؛ پھر رُک جائے، چنانچہ، ناک، دل اور ہوا ہونے کے باوجود انسان انتقال کر جاتا ہے،غور کیجئے جب اللہ تعالیٰ کی ہدایت نہیں ملتی تو کانوں کی سماعت ختم،آنکھوں کی بصارت ختم، زبان کی گویائی ختم، دماغ کی یادداشت ختم اور دل کی دھڑکن ختم ہوجاتی ہے، دل اللہ تعالیٰ کا ہدایت یافتہ ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اُس وقت تک دھڑکتا ہے، پھر ہوا اور آکسیجن رہنے کے باوجود حرکت کرنا بند کر دیتا ہے۔

اسی طرح انسانی قد پر غور کیجئے! آخر انسانی قد کو یہ کس نے ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ بچپن سے آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے چھ اور سات فٹ پر آ کر رُک جائے؟ اس سے آگے نہ بڑھے، آخر انسان کا قد، ہاتھی، اونٹ یا درختوں کی طرح لمبا ہی لمبا کیوں نہیں ہوجاتا؟ جسم کو کس نے یہ ہدایت دے رکھی ہے؟ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ جسم اللہ کا ہدایت یافتہ ہے جس کی وجہ سے مرد کا قد سات فٹ سے زیادہ نہیں ہوتا، مرد کے مقابلہ میں عورت ہمیشہ کم قد ہی کی کیوں ہوتی ہے؟

انسانوں کے ناخنوں پر غور کیجئے! انسان کے ناخن ماں کے پیٹ میں ایک خاص حد پر آ کر رُکے رہتے ہیں، دنیا میں آنے کے بعد مرنے تک مسلسل بڑھتے ہی رہتے ہیں، اگر انسان دنیا میں نو مہینے تک بال نہ کاٹے اور ناخن نہ تراشے تو اُس کی ہیئت کیا ہوجائے گی؟ مگر ماں کے پیٹ میں یہ دونوں چیزیں بڑھنے سے رُکی رہتی ہیں۔

غور کیجئے انسان کے دانت بچپن میں نکلتے اور خاص حد پر آ کر رُک جاتے ہیں، مگر ناخن نہیں رُکتے، بڑھتے ہی رہتے ہیں، آخر دانتوں کو کس نے یہ ہدایت دے رکھی ہے وہ ایک خاص لمبائی تک ہی بڑھیں، اُس سے آگے نہ بڑھیں؟ اگر دانت' ناخن کی طرح بڑھتے ہی رہتے تو انسان کا جینا مشکل ہوجاتا اور انسان بدشکل ہوجاتا، اس کے برعکس جانوروں کے ناخن ایک خاص حد پر آ کر رُک جاتے ہیں، غور کیجئے کہ کسی مخلوق کے ناخن بڑھ رہے ہیں، کسی کے نہیں بڑھ رہے ہیں، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ناخن بھی اللہ تعالیٰ کے ہدایت یافتہ ہیں۔

درختوں اور جانوروں پر غور کیجئے! درختوں میں ہر قسم کے درخت اپنی ایک خاص لمبائی اور چوڑائی رکھتے ہیں اور وہ اُتنا ہی بڑھتے ہیں جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بڑھنے کا حکم دے رکھا ہے، مثلاً اشوکا ٹری، سرو اور کھجور کے درخت لمبائی میں اپنی ایک خاص مثال رکھتے ہیں، اسی طرح آم، املی، نیم اور پیپل کے درخت ایک خاص انداز سے گلدستہ کی طرح پھیلتے ہیں اور گھنے بنے رہتے ہیں، چاول اور دالوں کے پودوں کی ایک خاص لمبائی ہوتی ہے؛ اُس سے آگے وہ نہیں بڑھتے۔

اسی طرح جانوروں میں ہاتھی اور اونٹ کا اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قد بنایا اور وہ اُسی حد تک بڑھ کر رُک جاتے ہیں، گھوڑے اور گدھے کا ایک قد بنایا، اور کتّے اور بلی کا ایک قد بنایا، آخر غور کیجئے ہر جانور اور ہر درخت کے قد کو کتنا بڑھنا اور کتنا پھیلنا ہے وہ ہدایت کس کی طرف سے کس طرح دی جا رہی ہے؟ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جو اُن میں ودیعت کر کے رکھ دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ مختلف مخلوقات سے مختلف کام لینے کے لئے ان کو وحی کرتا رہتا ہے، چنانچہ آسمانوں کو وحی ہوتی ہے؛ جس کی وجہ سے وہ اپنا کام انجام دیتے ہیں، زمین کو وحی ہوگی تو وہ اپنے اندر کی تمام خبریں بیان کرے گی، مُردوں کو باہر نکال کر پھینکے گی، وحی کے مطابق ہی زمین زراعت کے قابل بنتی ہے یا مردہ ہو جاتی ہے، فرشتوں کو وحی ہوتی ہے تو وہ اپنے اپنے فریضے انجام دتے ہیں، کہیں کسی کی مدد کرتے ہیں یا انسانوں کے اچھے بُرے اعمال لکھتے ہیں یا پھر ان کی روح قبض کرتے ہیں یا کسی بستی پر عذاب نازل کرتے ہیں، وہ وحی الٰہی کی روشنی میں کائنات میں مختلف کام انجام دیتے ہیں، مچھلی انڈے سے باہر نکلتے ہی قانون فطرت کے مطابق کسی بیرونی تربیت کے تیرنا شروع کر دیتی ہے، اور جب اس کو حکم ہوتا ہے تو حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ میں محفوظ رکھتی ہے، آگ اپنی فطرت کے مطابق ہر چیز کو جلاتی ہے، مگر جب حکم ہوتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی ہو جاتی ہے، چھری اپنی فطرت کے مطابق ہر چیز کو کاٹتی ہے، مگر جب حکم ہوتا ہے تو حضرت اسماعیل

علیہ السلام پر نہیں چلتی، لکڑی کو وحی ہوتی ہے تو وہ عصاء کا کام دیتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لئے اژدہا بن جاتی ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہونے تک سنبھالے رکھتی ہے، اسی طرح زلزلے، طوفان اور طغیانیوں کا آنا یہ سب وحیٔ الٰہی ہی سے ہوتا ہے، تمام مخلوقات کے لئے اپنے فطری قانون سے انحراف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

سوال:۔ انسانوں اور دوسری مخلوقات میں فرق کیا ہے؟

جواب:۔ انسانوں اور دوسری مخلوقات میں بہت بڑا فرق ہے، دوسری تمام مخلوقات کے لئے یہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ نہیں ہے، اس وجہ سے اُن کو جو کچھ بننا ہوتا ہے قانون فطرت کے تحت وہ اپنی جنس کا مکمل فرد بنتی ہیں اور بغیر کسی بیرونی تربیت و رہنمائی کے اپنے فرائض انجام دیتی ہیں، مطلب یہ ہے کہ قانونِ فطرت کے مطابق وہ مکمل ہدایت یافتہ پیدا ہوتی ہیں، اور ان میں ڈسپلن ہی سپلن ہوتا ہے، جو جتنا زیادہ ہدایت یافتہ ہوتا ہے اُن میں اتنا ہی ڈسپلن اور سلیقہ ہوتا ہے، مگر انسان کی کیفیت اس کے برعکس ہے، یہ دنیا اس کے لئے امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے، چنانچہ وہ دوسری مخلوقات کی طرح پیدائشی طور پر مکمل ہدایت یافتہ پیدا نہیں ہوتا اور بغیر بیرونی تربیت و رہنمائی کے صحیح راستے کی ہدایت نہیں پا سکتا، اور نہ اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہو سکتا ہے۔

دوسری تمام مخلوقات اور انسان میں فرق یہ ہے کہ دوسری تمام مخلوقات نہ نیکی اور بدی کی طاقت رکھتی ہیں اور نہ انہیں جزاء اور سزاء دی جائے گی، اور نہ ہی ان کو کسی قسم کی آزادی و اختیار حاصل ہے، اُن کا کوئی عمل نہ شر ہے اور نہ خیر، اور نہ وہ اپنے اپنے فرائض اپنی آزادی و مرضی سے ادا کر رہی ہیں، ان کے لئے گناہ اور ثواب کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مگر انسان کے لئے یہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ بنائی گئی ہے اور امتحان کی خاطر اُسے نیکی، بدی اور خیر و شر کی قوت دے کر پیدا کیا گیا ہے، صحیح اور غلط راستہ بھی اُس کے سامنے رکھا گیا ہے اور پھر عمدہ عقل و فہم دے کر آزادی و اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ اپنی

پسند سے صحیح راستے کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور غلط راستے کو ترک کرے، اسی پر اس کے لئے حساب وکتاب اور جزاء وسزاء بھی رکھی گئی ہے۔

اگر دوسری مخلوقات کی طرح انسان کو بھی ہر قسم کی ہدایات و رہنمائی اس کے اندر فطری طور پر رکھ دی جاتی اور وہ پیدائشی طور پر مکمل ہدایت یافتہ پیدا ہوتا تو اس کا امتحان نہیں لیا جاسکتا تھا، اس لئے کہ وہ دوسری مخلوقات کی طرح ہر قدم پر اللہ کا فرمانبردار ہی فرمانبرادر ہوتا، اس کی اس اطاعت وفرمانبرداری میں اس کا اپنا ذاتی دخل وارادہ باقی نہیں رہتا، اس کی نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہ کہا جاسکتا تھا، اس لئے کہ وہ جو کام خود اپنے ارادے و اختیار سے نہیں کر رہا ہے اور جس کام میں اس کو آزادی اور مہلت ہی نہیں ہے، وہ نہ امتحان ہے اور نہ اس کو برائی کہا جاسکتا ہے اور نہ اس پر جزاء اور سزاء دی جاسکتی ہے، کسی کام کو نیک یا کسی کام کو بُرا تو صرف اسی وقت کہا جاسکتا ہے جبکہ وہ آزادی واختیار سے کسی خاص امتحان گاہ میں کیا جائے، نیکی یا برائی صرف اسی کام کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرادری کے جذبہ کے ساتھ کیا جائے، یا نافرمانی وبغاوت کے ساتھ کیا جائے۔

چنانچہ ہم اونٹ، ہاتھی، گھوڑے کو انسان کے لئے سواری میں کام آنے پر نیک نہیں کہتے، اور شیر، ببر اور چیتا کو کسی جانور پر حملہ کر کے پھاڑ ڈالنے کو گنہگار نہیں کہتے، زمین کا غلہ اُگانا یا نہ اُگانا یا زلزلوں کا آنا یا ہواؤں کا تیز ہو کر طوفان لانا؛ نہ نیکی کہلاتا ہے اور نہ برائی، کیونکہ ان تمام مخلوقات کو کوئی آزادی واختیار ہی نہیں اور نہ وہ اپنی مرضی سے کوئی عمل کر سکتی ہیں، اس لئے کہ یہ دنیا ان کے لئے امتحان گاہ نہیں ہے اور نہ اُن کو امتحان کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس لئے وہ مکمل ہدایت یافتہ ہیں، دوسری تمام مخلوقات ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہیں اور عبادت کے لئے اللہ تعالیٰ کی معرفت (پہچان) ضروری ہے اور پہچان کے لئے علم ضروری ہے، اس لئے وہ بغیر کسی بیرونی تربیت کے اپنے رب کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں۔

انسان کو اس امتحان گاہ میں کامیاب ہونے اور آخرت میں گھاٹے اور خسارے والی زندگی سے بچنے کے لئے شعور آتے ہی بیرون سے وحئ الٰہی کی روشنی میں ہدایت و

رہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر وہ آخرت میں کامیاب نہیں ہوسکتا اور نہ مقصدِ زندگی کے تحت دنیا میں رہ سکتا ہے۔

انسان بحیثیت انسان دوسری مخلوقات کی طرح تمام جسمانی ضرورتوں اور صحیح فطری جذبات کے ساتھ پیدا تو ہوتا ہے اور اس کا جسم دوسری مخلوقات کی طرح قوانینِ فطرت کے مطابق پرورش پا کر اپنے ہی جنس کا ایک مکمل فرد بنتا اور آدمی کہلاتا ہے اور بغیر کسی باہر کی تربیت اور رہنمائی کے آنکھوں سے دیکھنے، کانوں سے سننے، زبان سے بات کرنے، ہاتھوں سے پکڑنے، پاؤں سے چلنے، دماغ سے سوچنے سمجھنے کا کام لیتا ہے، دوسری مخلوقات کی طرح اس کو بھی بھوک، پیاس اور نیند لگتی ہے، نیز بچوں کو پیدا کرنے، پالنے اور خطرات سے بچانے وغیرہ کے تمام طریقے فطری طور پر معلوم ہوجاتے ہیں، مگر اس کے خیال، فکر، عقیدہ اور اعمال واخلاق کی تربیت نہیں ہوتی، اس لئے ان چیزوں کی تربیت ورہنمائی بیرون سے وحیٔ الٰہی کی روشنی میں ہوتی ہے، اگر بیرون سے وحیٔ الٰہی کی روشنی میں تربیت نہ کی جائے تو انسان کی فکر، عقیدہ اور خیال خراب ہوجاتے ہیں، اور اس کے اخلاق واعمال میں بگاڑ آجاتا ہے اور وہ اخلاق حسنہ کے بجائے اخلاق رذیلہ کا شکار ہوکر اللہ تعالیٰ کی بندگی سے دور رہتا ہے۔

انسانی فطرت کی پُکار:۔ دنیا کی اس زندگی میں انسان جب شعور میں ہے تو اُس کو اپنا مالک نظر نہ آنے پر فطرتاً اس کے ذہن ودماغ میں کچھ سوالات جنم لیتے ہیں، اور وہ اُن سوالات کے جوابات معلوم کرنے کے لئے اپنی عقل وفہم پر زور ڈالتا ہے، یا دنیا کی کتابیں چھان کر اُن سوالات کے جوابات سے معلوم کرنا چاہتا ہے اور وہ سوالات تقریباً یہ ہوسکتے ہیں، اور انسان کے خیال، فکر، عقیدہ، اخلاق واعمال کی درستگی کا انحصار بھی ان سوالات کے جوابات کو معلوم کرنے اور اس پر عمل کرنے ہی پر ہے اُن کو جانے بغیر وہ اپنے خیالات اور فکر وعمل کو درست نہیں کرسکتا۔

☆ یہ دنیا کس کی ہے؟ اس کا بنانے اور چلانے والا کون ہے؟ وہ ہے تو آخر کیسا ہے؟ نظر کیوں نہیں آتا؟ اس کی صفات کیا ہیں؟ اس کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کی مرضی و

منشاء کو معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

☆ کائنات کی تمام چیزیں کس کے لئے پیدا کی گئی ہیں؟ اور ان تمام چیزوں پر حقیقی حکومت و کنٹرول کس کا ہے؟ اور یہ تمام چیزیں کس کی اطاعت وفرمانبرداری کر رہی ہیں؟ اور کیا یہ نفع ونقصان کی مالک ہیں اور کیا اُن کی عبادت کی جاسکتی ہے؟

☆ دنیا کی چیزوں میں انسان کا مقام اور مرتبہ کیا ہے؟ اور کیا وہ دنیا کی چیزوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے یا دنیا کی چیزیں اس کے لئے پیدا کی گئی ہیں؟ اور وہ اُن کا مالک ہے یا امانت دار؟ انسان کو سب سے زیادہ محبت کس کے ساتھ ہونی چاہئے؟

☆ انسان دنیا میں کہاں سے آرہا ہے؟ کیوں آرہا ہے؟ اور دنیا کی زندگی کے بعد کہاں جارہا ہے؟ یہ دنیا آخر کیا ہے؟ کیا دنیا کی زندگی ہی انسان کے لئے سب کچھ ہے یا پھر اس زندگی کے بعد بھی کوئی زندگی ہے؟ لوگ مرکر کہاں غائب ہورہے ہیں؟

☆ دنیا میں اللہ کی مرضیات معلوم کرنے اور اس کی اطاعت کی تعلیم کون دے گا؟

☆ دنیا کی اس زندگی میں زندگی گذارنے کے اصول اور طریقے کیا ہیں؟ انسان کے کونسے اعمال سے اُن کا مالک خوش ہوتا ہے اور کونسے اعمال سے ناراض؟ کونسی چیزیں انسان کے لئے جائز ہیں اور کونسی ناجائز؟

☆ دنیا میں کچھ لوگ اچھائی پر اور کچھ لوگ برائی پر زندگی گذار رہے ہیں، کیا یہ دونوں انسان برابر ہیں؟ یا پھر اُن کے اعمال کا حساب لیا جائے گا؟ کیا اچھے کو اچھائی کا اور بُرے کو بُرائی کا بدلہ ملے گا یا نہیں؟

سوال:۔ دنیا میں انسان کو کن کن راستوں سے علم حاصل ہوتا ہے؟

جواب:۔ دنیا میں انسان کو صرف تین ہی راستوں سے علم حاصل ہوتا ہے:

(۱) حواسِ خمسہ، (۲) عقل وفہم، (۳) وحیٔ الٰہی۔

حواسِ خمسہ:۔ انسان کے حواسِ خمسہ آنکھ، کان، ناک، زبان اور ہاتھوں کی مدد سے بہت ساری چیزوں کا علم دیکھ کر، سن کر، سونگھ کر، چکھ کر یا چھوکر حاصل کر لیتا ہے، مگر حواس

خمسہ کا دائرہ بہت ہی محدود ہے، اس لئے کہ انسان کے حواس صرف اُن ہی چیزوں کا اُسے علم دے سکتے ہیں جو نظر آتی ہیں، یا جن کو جسم ہے یا جو محسوس ہوتی ہیں، مثلاً پانی ٹھنڈا ہے یا گرم، ہوا گرم ہے یا ٹھنڈی، دیوار کا رنگ سفید ہے، درخت بڑا ہے یا چھوٹا، سالن کا ذائقہ اچھا یا نہیں، ہوائی جہاز اور ٹرین کی آواز میں فرق وغیرہ، جو چیزیں انسان کی نظروں سے غائب ہیں ان کے بارے میں یہ کچھ بھی معلومات نہیں دے سکتے، مثلاً انسان کی روح کیسی ہے؟ مرنے کے ساتھ ہی روح کہاں جا رہی ہے؟ اور جسم سے روح کون نکال رہا ہے؟ مرنے کے بعد انسان کا کیا حال ہو رہا ہے؟ وغیرہ وغیرہ، ان تمام باتوں پر اور پہلے کے بیان کردہ سوالات پر حواسِ خمسہ کچھ بھی علم انسان کو نہیں دے سکتے، یہ حواس مجبور ہیں۔

عقل:۔ انسان کے پاس عقل وفہم علم حاصل کرنے کا دوسرا بڑا ذریعہ ہے، انسان عقل وفہم کی مدد سے بہت ساری چیزوں کا علم حاصل کر لیتا ہے، مگر اس کا دائرہ بھی محدود ہے، اور عقل بھی صرف انہی چیزوں کے بارے میں انسان کو علم دے سکتی ہے جو مادّی ہیں، نظر آنے والی ہیں یا جسم رکھتی ہیں یا محسوس ہوتی ہی، مثلاً زمین، ہوا، پانی، مٹی، ریگستان، پہاڑ، سورج، چاند، ستارے، سیارے، روشنی، نباتات، حیوانات، جمادات اور معدنیات وغیرہ، ان تمام چیزوں پر عقل رکھنے والا انسان تحقیقات کر کے آہستہ آہستہ بتدریج بہت ساری معلومات حاصل کر لیتا ہے، اور عقل کی مدد سے زراعت کا طریقہ، درختوں کی حفاظت کا طریقہ، انسانوں اور حیوانوں کے علاج کا طریقہ، تیز رفتار سواریاں بنانے کا طریقہ، ریت، مٹی اور سمندروں کے قریب نرم اور سخت زمین پر بلڈنگیں بنانے کا طریقہ معلوم کرتا ہے، اور دنیوی کاموں کی بہت ساری مشینیں تیار کر لیتا ہے، عقل میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ پہلے ہی مرحلہ میں کسی چیز کے بارے میں مکمل اور صحیح علم دے سکے، بلکہ آہستہ آہستہ علم حاصل کرتے ہوئے سالوں اور مدتوں میں تجربہ اور استعمال کی روشنی میں بہت ساری عقلی خامیوں اور خرابیوں کو دور کرتے ہوئے ایک مدت کے بعد انسان چیزوں کو صحیح بنا سکتا ہے، چنانچہ انسان عقل کی مدد سے جتنی چیزیں بناتا ہے ان میں بہت ساری خامیاں اور خرابیاں

رہ جاتی ہیں، اور وہ ان کو تجربہ کی روشنی میں آہستہ آہستہ دور کرتا ہے۔

جو چیزیں انسان کی نظروں سے غائب ہیں یا جن کو جسم نہیں ہے یا جو محسوس بھی نہیں ہوتیں ان کے بارے میں عقل مجبور اور محتاج ہے، کچھ بھی رہنمائی نہیں کر سکتی، مثلاً اللہ کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہے؟ روح، قبر، حشر، قیامت، جنت، دوزخ، فرشتے اور انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ غرض یہ کہ تمام بیان کردہ سوالات کے جوابات بھی عقل نہیں دے سکتی، اور نہ یہ عقل کے بس کی بات ہے۔

حواس اور عقل کا علم بھی ناقص ہوتا ہے:۔ حواس اور عقل سے انسان کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بعض اوقات ناقص اور غلط بھی ہوتا ہے اور انسان کو اپنی غلطی کا احساس بھی دلاتا ہے، مثلاً سورج انسان کو بالکل ایک چھوٹے سے گولے کی مانند نظر آتا ہے، حالانکہ وہ زمین سے کئی گُنا زیادہ بڑا ہے، چاند بھی ایک فُٹبال کی طرح نظر آتا ہے، ستارے اور سیارے جو زمین سے کئی کئی گُنا بڑے ہیں چھوٹے چھوٹے ذرّوں کی مانند نظر آتے ہیں، ریل گاڑی چلتے وقت درخت، پہاڑ چلتے ہوئے نظر آتے ہیں، پانی میں ٹھہری ہوئی لکڑی آنکھوں کو ٹیڑھی نظر آتی ہے، اندھیرے میں انسان آنکھیں رکھ کر بھی نہیں دیکھ سکتا، دور سے چمکتی ہوئی ریت انسان کو پانی کا چشمہ نظر آتی ہے، بخار میں زبان کو ہر چیز کڑوی محسوس ہوتی ہے، یرقان میں آنکھوں کو بعض چیزیں پیلی نظر آتی ہیں، ہاتھ سن ہو جائے تو کوئی چیز بھی چبھتی ہوئی محسوس نہیں ہوتی، عقل حواس کی فراہم کردہ ان تمام معلومات پر دھوکہ کھا جاتی ہے۔

ہوا میں اڑنے والا جہاز پرندے کی مانند بالکل چھوٹا سا نظر آتا ہے، مگر پرندے بالکل پرندے ہی کی طرح نظر آتے ہیں، چیونٹیوں کی طرح نظر نہیں آتے، بادل دھویں کی مانند نظر آتے ہیں مگر برسات میں اولے (برف) بھی گرتی ہے؛ جبکہ آنکھوں کو بادلوں میں برف نظر نہیں آتی، انسان آسمان اور ہوا کے درمیان کا حصہ خلاء کو اپنی سادی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا، سننے، دیکھنے اور سمجھنے میں بہت ساری غلطیاں کرتا ہے۔

اسی طرح عقل بھی اکثر انسانوں کو پہچاننے میں غلطی کرتی ہے، یا تو بھول جاتی ہے یا

شک میں مبتلا ہو جاتی ہے، راستوں کا صحیح رُخ معلوم کرنے میں بھٹکتی ہے، انسانوں میں لڑائی جھگڑوں کا ایک ذریعہ غلط فہمی بھی ہوتا ہے، مکانات بنانے اور گاڑیاں چلانے میں حادثات دراصل عقل کی غلطی کا نتیجہ ہوتے ہیں، انسانی جھگڑوں میں عقل غلط فیصلے بھی کرتی ہے، بہت ساری باتوں اور کاموں کو عقل بھول بھی جاتی ہے، بوڑھاپے میں عقل کم ہو جاتی ہے، اور ہر ایک کی عقل کا معیار ایک نہیں ہوتا، کسی کا پست اور کسی کا بلند ہوتا ہے، عقل سے انسان غلط قانون بھی بناتا ہے، عقل میں پاگل پن کی بیماری بھی آتی ہے، اس لئے حواس اور عقل کی معلومات پر انسان مکمل بھروسہ نہیں کرسکتا اور نہ وہ انسان کی صحیح رہبری کرسکتے ہیں۔

حواس اور عقل کا دائرہ محدود ہے:۔ حواس اور عقل انسان کو دنیا اور دنیا کی نظر آنے والی چیزوں ہی کے بارے میں علم دے سکتے ہیں، مگر وہ انسان کی زندگی سے پہلے اور بعد کی کچھ بھی معلومات نہیں دے سکتے اور نہ مالکِ کائنات کے بارے میں علم دے سکتے ہیں، نہ دنیا کی حقیقت سمجھا سکتے ہیں اور نہ انسان کی زندگی کا مقصد بتلا سکتے ہیں، فکر ونظر سے محروم انسان جب ان سوالات کے جوابات یا ان مسائل کا حل صرف حواس اور عقل کے ذریعہ ہی ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں تو عقل وحواس انہیں ایک اُلٹا سیدھا حل بتا دیتے ہیں۔

حواس پر بھروسہ کرنے والوں کی گمراہی:۔ چنانچہ حواس پر بھروسہ کرنے والے اپنی محدود بصارت اور سماعت اور محدود فکر کی وجہ سے یہ تصور پیدا کر لیتے ہیں کہ اس دنیا کا آغاز خود بخود ہوا ہے، بہت ساری چیزیں خود بخود پیدا ہو رہی ہیں، اس کا انجام کچھ نہیں، یہاں پیدا ہونا اور پھر مر جانا ہے، زندگی اس کے سوا کچھ بھی نہیں، یہ سلسلہ یونہی ہمیشہ چلتا رہے گا، زندگی بس اسی زندگی کا نام ہے، یہاں آنا ہے اور آ کر عیش وموج کرنا ہے اور پھر مر جانا ہے، اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں، اس دنیا کا کوئی خدا نہیں، وہ ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ کائنات کا نظام اپنے آپ نیچر کے تحت چل رہا ہے، انسان اس کائنات کے جانداروں میں بڑی عقل رکھنے والا ایک جاندار ہے اور اپنے ارادے واختیار میں خود مختار ہے، کہ جو جی چاہے کرلے، جو قانون چاہے بنالے، جس طرح چاہے زندگی گذار لے، کوئی پوچھنے والا نہیں، کسی کے

سامنے جواب دہ نہیں، ظاہر بات ہے کہ انسان کے حواس کا دائرہ جس حد تک ہے وہ اسی انداز پر نظریہ قائم کر کے گمراہ ہوجاتا ہے، ایسے انسان جو حواس ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور انہی کی رہنمائی سے جو علم ملتا ہے اسی پر بھروسہ کر کے گمراہی کی زندگی گذارتے ہیں۔

صرف عقل پر بھروسہ کرنے والوں کی گمراہی:۔ حواس سے مایوس ہوکر انسان دوسرے ذریعۂ علم سے رجوع ہوتا ہے اور یہ دوسرا ذریعۂ علم اُس کی عقل ہے، انسان کی عقل وہاں مدد کرتی ہے جہاں حواس کی حد ختم ہوجاتی ہے، اگر چہ کہ انسان کے پاس یہ بھی ایک بہت بڑا ذریعۂ علم ہے، مگر انسان کو یہاں پر بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور عقل بھی ان سوالات کے جوابات اور ان مسائل کا حل تلاش نہیں کرسکتی، اس لئے کہ جس طرح نگاہ اور بصارت ایک خاص فاصلے تک ہی دیکھ سکتی ہے، اگر فاصلہ بڑھا دیا جائے تو ایک حرف یا ایک چیز بھی نہیں پہچان سکتی، اسی طرح عقل کا حال ہے، اس کا دائرہ بھی محدود ہے، منزل مقصود تک پہنچا دینا اور حقیقت کو سمجھانا یہ عقل کے بس کی بات نہیں۔

اگر کوئی صرف عقل ہی کی معلومات پر بھروسہ کرے گا تو گمراہ ہوجائے گا، مگر عقل کی اس بے بسی کے باوجود عقل پر بھروسہ کرنے والوں اور اپنے آپ کو دانشور کہنے والوں کو ہمیشہ اس بات کا دعویٰ رہا ہے کہ وہ ان مسائل کا حل بتلا کر انسان کی رہبری کریں گے اور وہ عقل کے گھوڑے دوڑا کر عقل کی مدد سے اِن سوالات کے جوابات معلوم کرنے اور ان کا حل نکالنے کی کوشش کرتے رہے، عقل کی اسی کوشش کا نام فلسفہ ہے، جس سے وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسرے انسانوں کو بھی گمراہ کیا، دنیا کے مختلف علاقوں، مختلف زمانوں اور مختلف قوموں کے مختلف دانشور اور فلسفی اپنے اپنے زمانوں میں الگ الگ انداز سے ان سوالات کے جوابات تلاش کئے، چنانچہ ایک فلسفی کا فلسفہ کچھ ہے، دوسرا فلسفی اسی عنوان پر کچھ اور ہی کہتا ہے، یا پھر مشرق کا فلسفی کچھ کہتا ہے اور مغرب کا فلسفی کچھ، یا ایک مفکر نے اپنے سے پہلے مفکر کی بات کو کاٹ دی اور اس کے فلسفے کو اپنے عقلی دلائل سے غلط بتلایا۔

فلسفیوں، دانشوروں اور مفکرین کی عقلی منطق:۔ عقل پر مکمل اعتماد کرنے والے

بعض دانشوروں نے یہ منطق بھی پیش کی کہ ایک انسان اپنے گھر ہی میں اپنی آنکھوں کے سامنے پرورش پانے والی بہن کو ایک زمانے تک دیکھتا ہے اور اُس کی چال وچلن سے اچھی طرح واقف بھی رہتا ہے اور اُس سے اُنس ومحبت بھی رکھتا ہے، وہ بھی اُس سے اُنس ومحبت رکھتی ہے اور وہ اپنی بہن کے ایثار وقربانی کے جذبہ سے بھی واقف رہتا ہے، مگر پھر بھی وہ اپنے اس اعتماد اور بھروسہ کی قابل عورت کو دوسرے کے ساتھ بیاہ کر کے دوسرے کے گھر بھیج دیتا ہے اور دوسرے کے گھر اجنبی لڑکی جو اُس سے ناواقف ہوتی ہے اور یہ اُس سے ناواقف رہتا ہے اور جس کے چال وچلن، سمجھ بوجھ سے واقف نہیں رہتا، ایسی اجنبی اور غیر عورت کو اپنی زندگی کی ساتھی بنا کر زندگی گذارتا، حالانکہ جتنا زیادہ وہ اپنی بہن سے واقف رہتا ہے اور اس کو سمجھ سکتا ہے باہر کی غیر عورت کو نہیں جان سکتا، چنانچہ عقل کی ایسی سوچ اور رہنمائی پر بہن کو ہی بیوی بنانے کی منطق پیش کی اور اس کو نہ بُرا سمجھا اور نہ بے حیائی تصور کیا، کسی نے اپنی لختِ جگر کو اپنا ہی لگایا ہوا درخت کا پھل سمجھ کر جائز کرلیا اور کسی نے دو سگی بہنوں کو ایک ساتھ شریکِ حیات بنانے کو نہ معیوب سمجھا اور نہ عقل کے خلاف جانا، ذرا غور کیجئے! عقل انسان کو کیسے دھوکے اور فریب میں مبتلا کر رہی ہے؟ ظاہر بات ہے کہ عقل کی رہبری میں تھوڑی دیر کے لئے یہ باتیں صحیح معلوم ہوتی ہیں، مگر یہ عقل کی گمراہی ہے۔

ہپّی **Hippi** لوگوں کو یہ عقلی رہنمائی دی گئی کہ انسان برہنہ پیدا ہوا ہے، اس لئے اس کو برہنہ ہی رہنا چاہئے، چنانچہ اُن کے کلبوں میں اُن کے مرد اور عورت ایک ساتھ برہنہ پھرتے رہتے ہیں اور جانوروں کی طرح نفسانی خواہش پوری کرتے ہیں۔

اکثر عقل پر بھروسہ کرنے والے دانشوروں میں یہ تصور عام ہے کہ نیکی اور بدی کوئی چیز ہی نہیں، پاکی وناپاکی جائز وناجائز، یہ سب محدود اور بند ذہن رکھنے والے بنیاد پرست انسانوں کا بنایا ہوا تصور ہے، چنانچہ عقلی تاویلات کے ذریعہ سور کو بھی حلال کرلیا گیا اور عقل کی رہنمائی ورہبری میں اُن کی گندگی، کیچڑ اور بول وبراز میں رہنے سے دور رکھ کر **(Hygenic Farm)** ہائی جینک فارم میں کیلے (موز)، سیب اور بسکٹ کھلا کر ان کی پرورش ونگہداشت

کا انتظام کر کے اُس کو حلال سمجھ لیا گیا اور یہ تصور پیدا کر لیا گیا کہ اب یہ گندگی سے دور ہے، جس طرح دوسرے جانور کھائے جاتے ہیں سوّر کو بھی کھانے میں کیا قباحت ہے۔

اسی طرح سود (انٹریسٹ) کے تعلق سے بھی عقلی منطق یہ پیش کی کہ سود اور تجارت میں کوئی فرق نہیں، ان کی عقلوں نے ان کو یہ سمجھایا کہ جس طرح چیزوں کی تجارت سے نفع کمایا جاتا ہے اسی طرح روپئے پیسے کو سودی کاروبار میں لگا کر نفع کمایا جا سکتا ہے، اور سود بھی نفع کمانے کا ایک ذریعہ اور تجارت ہے، اسی تصور کی وجہ سے آج دنیا میں سود عام ہو چکا ہے اور زندگی کے تمام کاروبار میں سود کو داخل کر دیا گیا ہے اور ہر سود کھانے والا اپنی عقل پر بھروسہ کر کے، سود کو تجارت سے مشابہت دے کر یہی منطق پیش کرتا ہے اور سود کھانے کو جائز سمجھتا ہے، چنانچہ عقلی گمراہی اور عقل کی دھوکہ دہی کی وجہ سے آج کل سود کا نام بدل کر اس کو کمیشن، منافع اور پینشن کے نام پر کھایا جا رہا ہے۔

آگے مزید غور کیجئے کہ عقل کی گمراہی اور دھوکہ دہی نے انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا، آج مغربی دانشوروں نے عقل ہی کی رہنمائی پر زنا اور ہم جنس پرستی Homo Sexual کو یہ کہہ کر آزادی کی منطق پیش کی کہ جو کام باہمی رضامندی اور محبت سے کیا جائے وہ نہ گناہ ہے اور نہ جرم ہے؛ بلکہ جائز ہے، جرم Crime اور گناہ Sin میں فرق ہونا چاہئے، یہ تو انسان کی پرائیویٹ زندگی کا معاملہ ہے اور پرائیویٹ زندگی کے لئے قانون کا عمل دخل کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، چنانچہ بہت سے ملکوں میں گورنمنٹ زنا کرنے والی عورتوں کو لائسنس جاری کرتی ہے؛ تاکہ وہ قانونی اجازت کے ساتھ زنا کرے، اسی وجہ سے مغربی ملکوں میں غیر مردوں اور غیر عورتوں کا ملنا، ایک دوسرے کے گالوں کو گال لگا کر بوسہ لینا، مصافحہ کرنا بُرا نہیں سمجھا جاتا ہے، عورتیں اور مرد جس کے ساتھ چاہیں ڈانس کر لیں اور ایک دوسرے سے لذت لے سکتے ہیں اور خواہش پوری کر سکتے ہیں، چنانچہ مغربی ملکوں میں عورت اور مرد کو ان کے گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ نہ ہوں تو بڑی معیوب بات سمجھی جاتی ہے اور یہ وہاں کا فیشن اور کلچر بن گیا ہے، تباہی و بربادی کا یہ حال ہے کہ چھوٹی چھوٹی عمروں کی غیر شادی شدہ

لڑکیاں شادی سے پہلے ہی حاملہ ہوجاتی ہیں اوران کی حرام اولاد کوحکومت پالتی ہے۔

اسی طرح سرد مما لک میں بدن میں گرمی پیدا کرنے کے لئے شراب پینے کی اور شراب سے سکون ملنے کی منطق پیش کر کے لوگوں کوشراب کا عادی بنادیا گیا اور مغربی ملکوں میں شراب پینا بھی بُرا نہیں سمجھا جاتا، دعوتوں اور محفلوں میں شراب ضیافت کے طور پر پیش کی جاتی ہے، لوگ کلبوں میں عورتوں کا ڈانس دیکھتے ہوئے شراب کے جام لیتے رہتے ہیں، یادرکھئے کہ جو برائی معاشرہ میں عام ہوجاتی ہے لوگ اُسے گناہ سمجھنا تو دور کی بات ہے بُرا بھی نہیں سمجھتے، کھانے پینے کی چیزوں اور کپڑوں کے استعمال کی طرح ان برائیوں کے عادی بن جاتے ہیں، چنانچہ نہ زنا کو بُرا سمجھا جارہا ہے اور نہ شراب کوحرام سمجھا جاتا ہے؛ یہاں تک کہ باپ اپنی بیٹی کو نیم برہنہ پھرتا ہوا دیکھ کر اور غیر مردوں کے ساتھ ڈانس کرتا ہوا پاکر بھی بُرا نہیں سمجھتا۔

اسی طرح عقل کی رہنمائی اور دھوکہ دہی پر مغربی کلچر نے **Homo Sexual** ہم جنس پرستی، مرد کو مرد کے ساتھ شادی کرنے کو نہ بُرا سمجھا اور نہ بدتمیزی وبداخلاقی تصور کیا، بلکہ مرد کو مرد کے ساتھ شادی کرنے کی نہ صرف چھوٹ دی بلکہ قانونی حق بھی دے دیا اور موجودہ زمانہ میں لندن وغیرہ میں مرد مرد کے ساتھ میاں بیوی کی طرح رہتے ہیں، اس کو نہ بے حیائی سمجھتے ہیں اور نہ بدکرداری وبدفعلی تصور کرتے ہیں، اوراب تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ امریکہ اور لندن میں کتوں، گدھوں اور گھوڑوں جیسے جانوروں سے بھی جنسی تسکین حاصل کی جارہی ہے۔

کسی نے عقلی منطق یہ پیش کی کہ انسانوں میں عورت کو وہی مقام اور مرتبہ ملے جو مرد کو دیا گیا ہے؛ تاکہ وہ مردوں سے پیچھے نہ رہے، بلکہ مرد کے شانہ بہ شانہ کام کرے، اس کو صرف گھر کے اندر بچے پیدا کرنے اور کھانا تیار کرنے کی حد تک نہ رہنا چاہئے؛ بلکہ وہ چاردیواری سے باہر نکلے اور باہر کے کاموں میں بھی حصہ لے کر مردوں کے برابر آجائے، چنانچہ اسی منطق کی وجہ سے عورت کو کانسٹیبل کی شکل میں چوراستوں پر کھڑا کیا گیا، پوسٹ

مین، کنڈ یکٹر، ڈرائیور اور مزدوری کے کام دئے گئے، ہوٹلوں، کلبوں، کمپنیوں، دُکانوں، دفاتر پر ریسپشنسٹ، سیل گرم، کلرک، اور ہوٹلوں میں مقیم مسافرین کی خدمت، کمروں اور بستر کی صفائی وغیرہ پر اور دواخانوں میں مریضوں کی دیکھ بھال اور خدمت پر لگا کر میڈ وائف Midwife، نرس، کال گرل، سیل گرل، ڈریم گرل کا نام دے دیا گیا، اور عورتوں کی عقلوں میں یہ بات بٹھائی گئی کہ وہ اگر گھر گرہستی میں شوہر، اولاد، ساس، سسر، بہنوں کے لئے خانہ داری کا انتظام کرے تو یہ قید، ذلت، بے عزتی ہے، وہی عورت ہوٹلوں، ہوائی جہاز، دواخانوں، دفتروں اور کلبوں میں اجنبی عورتوں اور مردوں کی خدمت کرے، بستر درست کرے، کھانا لائے اور کھانا کھلائے، اور ایر ہوسٹس، سیل گرل، ریسپشنسٹ اور پی اے بن کر نرم لہجے اور انتہائی عاجزی و محبت اور ہنستے چہرے کے ساتھ گاہکوں، مسافروں، مریضوں اور تمام آنے والوں Visiters کی طرف متوجہ ہو کر ان کا استقبال کرے اور اپنے افسروں کی ناز برداریاں کرے؛ تو یہ آزادی، اعزاز اور برابری و مساوات ہے، ماڈل گرل بنا کر عورت کو ننگا کرنا اور ان کی ننگی تصویروں کو تجارت کے سامان پر ڈالنا بُرا نہیں سمجھا گیا، اور یہ تصور دیا گیا کہ یہ دقیانوسی اور بنیاد پرستی ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں مخلوط تعلیم حاصل نہ کریں، اس سے عورت مردوں سے پیچھے رہے گی، تعلیم، دفاتر اور دواخانوں کے نام پر دونوں کو مخلوط کر دیا گیا اور حسینہ عالم کے نام پر سیکڑوں مردوں کے سامنے برہنہ پھرا کر اُن کی توہین کی جاتی ہے اور غیر مردوں کو اُن سے لذت لوٹنے کا موقع دیا گیا ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ عقل کی اس رہنمائی نے عورت کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور اُس کی عزت وعفت کو کیسے برباد کیا گیا؟ عورتوں کی عقلوں کو بظاہر یہ باتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں؛ جس کی وجہ سے وہ گھر کی چاردیواری سے باہر آگئیں۔

بعض عقلی دانشوروں نے اسلام کی تعزیراتی قانون یعنی چوری کے بدلے ہاتھ کاٹنا، شادی شدہ جوڑے کے زنا پر سنگسار اور خون کے بدلے خون کو اپنی عقل سے انسانیت پر ظلم بتلا کر انسانوں کو گمراہ کیا اور معاشرہ میں چوری، زنا، قتل وخون کا بازار گرم کر دیا اور انسانوں

میں جرائم کا اضافہ کردیا، کسی نے شوہر کے مرتے ہی بیوی کو ستی ہونے کا تصور دیا اور سینکڑوں عورتوں کو اپنے مرے ہوئے شوہروں کے ساتھ زندہ جلنا پڑا، مگر پھر بھی کسی نے اپنی عقل کو دوش نہیں دیا، کسی نے طلاق کو ظلم سمجھ کر اس کے خلاف قانون بنا کر انسانوں کو مشکلات میں مبتلا کردیا، اور کسی نے بیوہ عورت کا دوبارہ شادی کر کے جائز طریقے سے زندگی گذارنے کو بے شرمی و بے حیائی بتا کر بیوہ عورت کی زندگی برباد کردی، چنانچہ اکثر انسانوں کے نزدیک دو بیویاں رکھ کر جائز طریقہ سے زندگی گذارنا بہت بُرا ہے، مگر ناجائز طریقے سے کئی عورتوں اور مردوں کے ساتھ زندگی گذارنا بُرا نہیں سمجھا جاتا۔

اسی طرح مذہبی دانشوروں اور ٹھیکے داروں نے اپنی عقلی منطق یہ پیش کی کہ جب ایک معمولی حکومت چلانے کے لئے ایک بادشاہ کے مختلف وزیر ہوتے ہیں اور وہ اکیلا پوری سلطنت کے کاروبار انجام نہیں دے سکتا، اسی طرح اتنی بڑی کائنات کے مختلف کاموں کو مختلف چھوٹے چھوٹے خداؤں میں بانٹ دئے، یا پھر مخلوقات کی طرح خدا کے ساتھ بھی اہل وعیال اور اوتار کا تصور دے دیا، اور کسی کی غیر فطری پیدائش پر اس کو خدا کا بیٹا ہی بنا دیا، یہاں تک کہ پیغمبروں میں معجزات اور ولیوں میں کرامتوں کو دیکھ کر اپنی عقل سے اُنہیں خدائی میں شریک سمجھا، کسی دانشور نے ہر چیز میں خدا کی تجلّی کا فلسفہ دے کر لوگوں کو گمراہ کیا، کسی نے مرنے کے بعد خدا میں ضم ہونے کی عقلی بحث کی اور کسی نے مرنے کے بعد بار بار جنم لینے کی غلط منطق پیش کی اور کسی نے مراقبہ، گیان میں بیٹھے رہنے اور دنیا چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی گذارنے، یا نن یا سسٹر اور برادر بننے کو عبادت اور مذہب کی خدمت بتلایا اور کسی نے انسانوں میں غیر معمولی صلاحیتیں دیکھ کر خدا مانا یا خود خدا ہونے کا اعلان کیا، کسی نے انسانی شرم گاہ کو قابل عبادت بتلایا اور انسانوں سے اس کی پرستش بھی کروائی، کسی نے ساری انسانیت کو گنہگار ہونے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گنہگار انسانوں کی طرف سے کفارہ میں سولی دئے جانے کی منطق پیش کر کے لاکھوں انسانوں کی عقلوں کو گمراہ کیا، اور کسی نے بزرگوں اور ولیوں ہی کے ذریعہ خدا تک پہنچنے کا

راستہ بتلایا اور یہ عقلی دلیل دی کہ جس طرح دنیا کے بادشاہوں کے پاس بغیر کسی واسطے اور وسیلہ کے نہیں جایا جاسکتا؛ تو کائنات کے شہنشاہ کے پاس بغیر کسی واسطے کے کیسے جایا جاسکتا ہے؟ کسی نے اپنی ذاتی صلاحیتوں پر اپنے آپ کو اللہ کا پیغمبر ہونے کی دلیل پیش کی اور لوگوں کو گمراہ کیا اور لوگ گمراہ ہوئے۔

ظاہر بات ہے کہ یہ سب متضاد باتیں درست نہیں ہوسکتیں اور ان میں کونسی بات صحیح ہے اور کونسی غلط ہے؟ اس کا بھی فیصلہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں، اس کے علاوہ دانشوروں اور فلسفیوں کے یہ خیالات ایک ہو بھی نہیں سکتے، کیونکہ ان کی عقل کا معیار الگ الگ ہے، کسی میں کم اور کسی میں زیادہ، پھر یہ تمام فلسفی اور دانشور اپنی اپنی تاریخ ماحول اور قوم سے متاثر ہوتے ہیں، چنانچہ ان کی سوچ میں ان کی تاریخ اور ان کے ماحول کے اثرات ضرور شامل ہوجاتے ہیں، اس لئے انسان زندگی کا صحیح حل تلاش کرنا اور صحیح جواب تلاش کرنا اُن کے بس کی بات نہیں، اس کے علاوہ انسان خود مجبور ومحتاج ہوتے ہوئے صرف عقل کی مدد سے دوسرے انسانوں کی تربیت و رہنمائی نہیں کرسکتا، چنانچہ انسانی عقل اور فلسفہ نے بے شمار راستے ایجاد کرلئے جو اس بات کی کھلی دلیل اور ثبوت ہے کہ صحیح راستے کی دریافت میں عقل ناکام ہوچکی ہے، جس کی وجہ سے تمام انسانوں کی فکر، عقیدہ اور عمل میں بہت بڑا فرق پیدا ہوگیا اور وہ مختلف فرقوں اور گروپوں میں تقسیم ہوگئے، عقل اور فلسفہ کے خیالات اور ان کے حل میں چونکہ بے شمار تضادات پائے جاتے ہیں اس لئے ان کے پیش کردہ حل سے کوئی صحیح تمدن وجود میں نہیں آسکتا۔

اس بحث کا حاصل یہ ہوا کہ فلسفہ اور عقل ان سوالات کے جوابات اور ان کا حل دینے میں اور انسانوں کی تربیت و رہنمائی کرنے میں پوری طرح ناکام رہی، ناکام ہے اور ناکام رہے گی، اس لئے کہ ہر علاقہ اور قوم کے فلسفی الگ الگ انداز میں ان سوالات کے جوابات اور حل تلاش کئے، جبکہ کسی شئے کی حقیقت ہمیشہ ایک ہی ہوتی ہے، فلسفیوں کے پیش کردہ فلسفوں کا حل اگر صحیح ہوتا تو تمام فلسفیوں کا جواب بھی ایک ہی ہونا چاہئے تھا،

لیکن فلسفہ کی روشنی میں ہمارے سامنے ایک جواب اور ایک حل نہیں آتا۔

حواس اور عقل کی رہنمائی میں تیار ہونے والا معاشرہ:۔ ظاہر بات ہے کہ حواس اور عقل کی رہنمائی میں جو تمدن اور معاشرہ وجود میں آئے گا وہ انسان کو بے لگام اونٹ اور گھوڑا بنا کر رکھ دے گا، ایسے معاشرہ میں جنگل کا قانون ہوگا کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس، ایسے معاشرہ میں انسانوں کا کوئی اصول وضابطہ ہی نہ ہوگا، بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو نگل جائیں گی، اخلاقیات کا نام ونشان بس دکھاوے کے لئے رہے گا اور یہ معاشرہ خیر وشر اور نیکی وبھلائی سے بالکل ناآشنا رہے گا، عیاشی، بدکرداری، خودغرضی، حرص، بے رحمی، ظلم وزیادتی، حرص وہوس، فساد، لوٹ مار، حرام وناجائز سب کچھ عروج پر ہوگا، اور انسان انسان کی عزت وعصمت اور دولت کو لوٹ کر فخر کرے گا اور یہ معاشرہ انسانوں کا معاشرہ ہوتے ہوئے جانوروں اور پاگلوں کا معاشرہ نظر آئے گا، چنانچہ آج عقل پھر بھروسہ کرکے زندگی گذارنے والوں کا معاشرہ ایسا ہی معاشرہ ہے۔

سوال:۔ کیا دنیوی علم، عقل وحواس ہی ہدایت ورہنمائی کے لئے کافی نہیں؟

جواب:۔ ہاں! دنیوی علم، عقل وحواس ہی انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے کافی نہیں، اور انسان دنیوی علم عقل اور حواس سے صحیح راستے کی مکمل ہدایت نہ حاصل کرسکتا ہے اور نہ اُس کی صحیح تربیت ورہنمائی ہوسکتی ہے، دنیوی علم سے تو انسان دنیا کمانے اور دنیا کی چیزوں کو استعمال کرنے کا طریقہ سیکھ سکتا ہے، اس کی صرف عقل سے فکر عقیدہ واعمال کی تربیت نہیں ہوسکتی اور نہ اس کو صحیح راستے کی ہدایت مل سکتی ہے، کیونکہ دنیوی علم کا مدار عقل وحواس پر ہے، اور عقل وحواس کا دائرہ محدود ہے، عقل وحواس صرف نظر آنے والی یا جسم رکھنے والی چیزوں ہی کے بارے میں علم دے سکتے ہیں، اس لئے انسان صرف دنیوی علم اور عقل وحواس ہی سے صحیح راستے کی ہدایت ورہنمائی حاصل نہیں کرسکتا اور نہ اپنی ذمہ داریاں ادا کرسکتا ہے۔

سوال:۔ ہدایت ورہنمائی حقیقت میں کون کرسکتا ہے؟

جواب:۔ وحی الٰہی! ان تمام سوالات کے جوابات اور ان کا حل اور انسان کی صحیح

رہنمائی و ہدایت صرف وہی ذات کرسکتی ہے جس کا علم پوری کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور جس کے پاس مخلوقات کے ماضی، حال اور مستقبل کا علم ہو اور جو انسان کی ضرورت اور فطرت کے تمام تقاضوں کا مکمل علم رکھتا ہو اور جو انسان کی نفسیات سے پوری طرح باخبر ہو وہ ذات ''ذاتِ الٰہی'' ہے جو ساری مخلوقات کا ''ہادی ومعلم'' ہے، جب وہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو ہدایت ورہنمائی دیتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جو کسی ذرہ کو صحیح راستے کی ہدایت دے سکے، تو انسان خود بخود اپنی عقل وحواس سے کیسے ہدایت ورہنمائی حاصل کر سکے گا؟ دوسری مخلوقات کی طرح انسان بھی ہدایت ورہنمائی کا محتاج ہے اور اس کو صحیح راستے کی ہدایت ورہنمائی اور ان تمام سوالات کا صحیح حل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا دے ہی نہیں سکتا، اس لئے انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایت ورہنمائی کا محتاج ہے اور اس کی رہنمائی کے بغیر صحیح راستے کی ہدایت ورہنمائی معلوم ہو ہی نہیں سکتی۔

جب کائنات کے ذرہ ذرہ کا ''ہادی ومعلم'' اکیلا اللہ تعالیٰ ہے؛ جو ہر چیز کو اس کی اپنی حالت وضرورت کے مطابق ہدایت دے رہا ہے تو پھر اسی ہدایت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ وہ انسان کی شعوری زندگی کے لئے بھی ہدایت ورہنمائی کا انتظام کرے، جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو انسان کے لئے امتحان اور آزمائش کی جگہ بنایا تو انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے ہدایت کی وہ شکل مناسب نہیں تھی جو دوسری مخلوقات مچھلی، مرغی، گائے، بھینس، بیل اور درخت وغیرہ کی رہنمائی کے لئے موزوں ہے، اس کی موزوں ترین شکل یہ ہے کہ ایک ذی شعور انسان کی طرف سے انسان کی ہدایت پر مامور کیا جائے اور اس ذی شعور انسان پر وحی الٰہی نازل کی جائے اور وہ انسانوں کی عقل وشعور کو اپیل کر کے وحی الٰہی کی روشنی میں ہدایت ورہنمائی کرے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ بات بھی پسند نہ تھی کہ وہ انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کئے بغیر اُن کا حساب لے اور انسانوں کو صحیح اور غلط راستہ بتلائے بغیر انہیں سزا دے، اس لئے اُس نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے آسمانی علم یا آسمانی مذہب کا انتظام کیا جس کو خاص

زبان میں وحی الٰہی کہتے ہیں، انسان بھی دنیا کی اس زندگی میں جس چیز کا سب سے زیادہ محتاج ہے وہ وحی الٰہی ہے، جس پر اس کی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت ورہنمائی کے لئے آنکھ اور کان دئے، پھر آگے ہدایت کے لئے عقل دی، لیکن عقل وحواس ہی انسان کے لئے کافی نہ تھے، ان کا دائرہ محدود تھا، ان میں غلطی کا امکان تھا، اور عقل مکمل رہنمائی نہیں کرسکتی تھی، اور ان سے انسان اپنی زندگی کے شعبوں کی کچھ رہنمائی تو حاصل کرسکتا تھا مگر مکمل رہنمائی حاصل نہیں کرسکتا تھا، اس لئے وحی الٰہی کا انتظام کیا اور انسان کی صحیح رہنمائی اور مکمل تربیت صرف اور صرف ''وحی الٰہی'' کے علم ہی سے ہوسکتی ہے، اُسی سے وہ صحیح معنیٰ میں اللہ کا بندہ بن سکتا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں امتحان والی زندگی میں رکھا ہے، اس لئے اس کی صحیح ہدایت و رہنمائی کے لئے بیرون سے وحی الٰہی والا علم رکھا ہے؛ تا کہ انسان با قاعدہ اس علم کو پیغمبر کے ذریعہ حاصل کر کے ہدایت پا سکے اور اس کی مکمل تربیت ہوسکے اور وہ اپنے فرائض اپنے مالک کے حکم کے مطابق ادا کرسکے، اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے، اس نے جس طرح ربوبیت کے تقاضے کے تحت انسان کی جسمانی ضرورتوں کو ہوا، پانی، غذاء اور دوسری چیزوں سے پورا کرنے کا انتظام کیا ہے، اسی طرح ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ انسان کی روحانی واخلاقی ہدایت ورہنمائی کا بھی انتظام کرے، اگر روحانی ہدایت و رہنمائی کا انتظام نہیں کرتا اور صرف جسمانی ضرورت پوری کردیتا ہے تو انسان جانوروں کی طرح ایک جانور بن کر زندگی گذارتا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے زمین پر آنے کے اول روز سے ہی اس کی روحانی تربیت ورہنمائی کا انتظام فرمایا اور انسانوں ہی میں سے مختلف بندوں کو منتخب کر کے ان پر اپنی وحی نازل فرمائی اور انسانوں کو اس بات کی آزادی واختیار عطا فرمایا کہ وہ اگر صحیح راستہ کی ہدایت ورہنمائی چاہتے ہوں اور اپنی زندگی کو گھاٹے اور خسارے سے بچانا چاہتے ہوں تو بیرون سے وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ پیغمبر پر ایمان لائیں اور پیغمبر پر جو وحی الٰہی

نازل ہوئی ہے اُسی وحی الٰہی کی روشنی میں ہدایت و رہنمائی حاصل کریں اور اسی ہدایت و رہنمائی میں زندگی گذاریں، اور جو کوئی پیغمبر کا انکار کرے اور وحی الٰہی کو نہ مانے، صرف اپنی عقل وحواس ہی پر بھروسہ کر کے زندگی گذارے وہ صحیح راستہ کی ہدایت سے محروم رہیں گے، گمراہ ہو کر گھاٹے اور خسارے والی زندگی گذاریں گے اور ایسے انسانوں کو صرف عقل، صحیح راستے کی ہدایت نہیں دے سکتی، لہٰذا وہ جہنم کے حوالے ہو جائیں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر زمانہ، ہر قوم اور ہر علاقے میں انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے پیغمبروں کو بھیجا اور آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قیامت تک کے لئے آخری رسول بنا کر بھیجا اور اپنی آخری وحی قرآن مجید کی شکل میں قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل فرمایا؛ تا کہ انسان اپنی زندگی کی صحیح ہدایت اور ان تمام سوالات کے جوابات صرف قرآن مجید ہی کے ذریعہ حاصل کرتا رہے، اور جو کوئی قرآن مجید ہی کے مطابق زندگی گذارے گا وہ اللہ کی مرضی اور منشاء کے مطابق زندگی گذارے گا اور اس دنیا سے کامیاب ہو کر جائے گا۔

مادّی ضرورتوں میں رہنمائی کا انتظام:۔ ذرا غور کرو! اللہ تعالیٰ کی رحمت پر کہ اس نے انسانوں کو ریگستانوں اور سمندروں میں بھٹکنے سے بچانے اور راستہ کا رخ معلوم کرنے کے لئے ستاروں کے ذریعہ انتظام کیا، زمین پر بھٹکنے سے بچانے کے لئے زمین کے مختلف خطے مختلف انداز کے بنائے؛ تا کہ انسان اپنی منزل پر پہنچ سکے، جب اس نے مادّی زندگی میں انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے یہ سب انتظامات کئے تو کیا اخلاقی اور روحانی زندگی کی ہدایت کا کچھ بھی انتظام نہیں کرے گا؟ جبکہ مادّی زندگی میں بھٹکنے کا خطرہ تو معمولی اور عارضی ہے اس کا کوئی بڑا نقصان نہیں، مگر اخلاقی و روحانی زندگی کی گمراہی تو ہمیشہ اور دائمی نقصان کا باعث ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ہر دور، ہر علاقے اور ہر قوم میں وحی الٰہی کو نازل کرتا رہا، جس کی آخری شکل قرآن مجید ہے۔

وحی الٰہی انسانوں کے لئے روح کی مانند ہے:۔ زمین پر جب بارش ہوتی ہے تو

زمین تر وتازہ ہوجاتی ہے، مرجھائے ہوئے پودوں میں جان پیدا ہوجاتی ہے، ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہوجاتی ہے اور پیڑ پودوں میں تازگی، پاکیزگی اور نورانیت نظر آتی ہے، بالکل اسی طرح وہ انسان جو وحی الٰہی سے سیراب ہوتا ہے، اس کی کایا پلٹ جاتی ہے، اس کی زندگی میں جان آجاتی ہے، وہ باشعور، سلیقہ منداور نورانیت والا پاکیزہ انسان بن جاتا ہے، اور جو انسان وحی الٰہی سے اعراض کرتا ہے وہ چلتی پھرتی لاش کی مانند ہوجاتا ہے، اس کا جسم زندہ اور روح مردہ بن جاتی ہے، وہ دماغ تو رکھتا ہے لیکن حق سمجھنا نہیں چاہتا، کان رکھتا ہے مگر حق سننا نہیں چاہتا، آنکھ رکھتا ہے لیکن حق دیکھنا نہیں چاہتا، اس لئے اس کی حیثیت مردہ کی طرح ہوجاتی ہے، اس کی زندگی چلتی پھرتی لاش کی مانند ہوجاتی ہے، اس کا جسم زندہ اور روح مردہ بن جاتی ہے۔

انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں عطا فرمائیں، ایک جسم دوسری روح، اور دونوں ہی کی پرورش وتربیت کا علاحدہ علاحدہ انتظام فرمایا، چنانچہ زمین سے نکلنے والی غذاؤں سے جسم کی پرورش فرمارہا ہے اور آسمان سے وحی الٰہی نازل فرماکر روح کی تربیت کا سامان کیا، اب اگر ایک انسان صرف جسم ہی کی پرورش کا سامان حاصل کرلے اور روح کی پرورش کا سامان حاصل نہ کرے تو اس کا جسم زندہ اور توانا رہے گا اور روح مردہ ہوجائے گی، وہ بے شعور، بدسلیقہ اور لعنتی انسان بن کر ناپاک رہے گا۔

وحی الٰہی انسانوں کے لئے بارانِ رحمت ہے:۔ وحی الٰہی کی حیثیت انسانوں کے لئے ایسی ہے جیسے آسمان سے ہونے والی رحمت کی بارش، جب بارش ہوتی ہے اور بارش کا پانی زمین پر گرتا ہے تو زمین کے مختلف حصوں کو سیراب کرتا ہوا چلا جاتا ہے، زمین کے وہ حصے جو نرم اور زرخیز ہوتے ہیں اس پانی کو لے کر اور زیادہ نرم اور زرخیز بن جاتے ہیں، اور زمین کے وہ حصے جو سخت، بنجر اور پتھریلے ہوتے ہیں وہ پانی کے گذرنے کے بعد بھی بنجر کے بنجر ہی رہتے ہیں۔

اسی طرح وحی الٰہی جب انسانوں کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو جن انسانوں کے دل نرم اور زرخیز زمین کے مانند ہوتے ہیں وہ وحی الٰہی کو سنتے ہی اور زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے

والے اور اس سے محبت کرنے والے بن جاتے ہیں، اور جو دل پتھریلی اور بنجر زمین کی مانند ہوتے ہیں وہ وحی الٰہی کو سننے اور سمجھنے کے باوجود ان کو اختیار نہ کرکے بنجر کے بنجر ہی رہتے ہیں۔

ہر زمانہ میں ایک ہی دعوت اور ایک ہی پیغام دیا گیا:۔ ہر زمانہ میں اور ہر قوم کی ہدایت و رہنمائی کے لئے جو وحی آئی اس کا پیغام ایک ہی تھا، اس کی دعوت ایک ہی تھی، توحید، رسالت اور آخرت کو ماننا اور اسی کے مطابق زندگی گذارنا، اسی کو ماننے میں انسان کی کامیابی تھی اور اس کا انکار کرنے میں ناکامی، انسانی عقل اور فلسفیوں کی طرح اس میں تضاد اور اختلاف نہ تھا، اور نہ کسی ملک اور قوم کے اثرات کی اس میں آمیزش تھی؛ بلکہ ہر زمانہ اور ہر قوم کی ایک ہی دعوت دی گئی اور ہر زمانہ میں کامیابی کا صرف ایک معیار بتلایا گیا، کوئی نئی دعوت بار بار پیش نہیں کی گئی۔

شریعتوں میں اختلاف کی وجہ:۔ البتہ ہر زمانہ میں شریعتوں اور اطاعت کے طریقوں میں اختلاف رکھ کر گویا انسانوں کی آزمائش کی گئی؛ کہ لوگ دین اور اس کی روح کی حقیقت پر نظر رکھتے ہیں یا کسی تعصب کا شکار ہو جاتے ہیں؟ کس کی نگاہ اللہ پر ہوتی ہے؟ اور کون قوم پرستی، شخصیت پرستی، وطن پرستی، نفس پرستی اور آباء واجداد پرستی کا شکار ہو کر حق کو جھٹلاتا ہے؟ کون حق کا ساتھ دیتا ہے اور کون باطل کی روش اختیار کرکے شیطان کا ساتھ دیتا ہے؟ چنانچہ حق کو مختلف صورتوں اور ماحول سے ظاہر کیا گیا، جو لوگ اصل دین پر نظر رکھتے تھے وہ شرائع کے اختلافات اور اطاعت کے طریقوں کے فرق پر جھگڑا کرنے کے بجائے حق کو پہچان کر اور صحیح طرز عمل کو اختیار کرکے زندگی کے مقصد کی طرف پیش قدمی کرتے تھے، ان کو حق آسانی سے سمجھ میں آتا تھا اور وہ تعصب سے دور رہتے تھے۔

وحی پر ایمان کی وجہ سے انسان کا مقام ومرتبہ بلند ہو جاتا ہے

☆ وحی کا اصل تعلق ایمان سے ہے، وحی کو قبول کرتے ہی ایک انسان ایماندار انسان بن جاتا ہے اور وحی کا انکار کرنے سے بے ایمان رہتا ہے۔

☆ وحی پر ایمان لانے سے انسان اور حیوان میں بہت بڑا فرق ہو جاتا ہے۔

☆ وحی پر ایمان کی وجہ سے انسان حیوان کی سطح سے اوپر اٹھ کر انسان کے مقام ومرتبہ پر آجاتا ہے۔

☆ حیوان صرف انہی چیزوں کا ادراک (حاصل و پہچان) کرسکتا ہے جو اس کے حواس اور عقل کر سکتے ہیں، مگر وحی کی وجہ سے انسان یہ جانتا ہے کہ کائنات صرف نظر آنے والی اِس دنیا ہی کا نام نہیں! بلکہ

☆ وحی پر ایمان کی وجہ سے کائنات کی حقیقت، انسان کی زندگی کا مقصد اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان نصیب ہوتی ہے، جس کے انسان کی زندگی پر گہرے اثرات پڑتے ہیں۔

☆ وحی پر ایمان دراصل حیوانات کی دنیا اور انسانی دنیا کے درمیان حدِّ فاصل ہے۔

☆ جو انسان حیوانات کی طرح صرف حواس اور عقل پر ہی بھروسہ کرکے اسی کو سب کچھ سمجھ کر غلط فکر اور غلط عقیدے میں زندگی گذارتا ہے؛ اس کی زندگی اور وحی الٰہی پر ایمان لاکر زندگی گذارنے والے کی زندگی میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے، دونوں کی فکر، دونوں کے نظریات اور دونوں کے عمل میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔

☆ وحی کا علم انسان کے حواس اور عقل کو غلط روِش پر جانے سے روکتا اور گمراہی میں مبتلا ہونے سے بچاتا ہے۔

☆ وحی الٰہی کو ماننے والوں کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ انسانوں کے درمیان اپنی خدا پرستی میں ممتاز ہوتے ہیں اور ان کے عقیدے، اخلاق اور فکر پاک ہوتے ہیں، اور وحی کا انکار کرنے والے مخلوق پرستی میں ممتاز ہوتے ہیں، ان کے عقیدے، خیالات اور اخلاق سب گندے اور ناپاک ہوتے ہیں۔

☆ وحی والا باشعور ہوتا ہے، وحی کا انکار کرنے والا بے شعور ہوتا ہے۔

☆ وحی کا انکار گویا ایک انسان کی طرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ مجھے ہدایت و رہنمائی نہیں چاہئے، میں گمراہی میں رہنا چاہتا ہوں، مجھے صحیح راستے اور کامیابی کے راستے

کی ضرورت نہیں، میں غلط راستے اور ناکامی کے راستے ہی پر چلنا چاہتا ہوں، مجھے باپ دادا کی مرضیات پر چلنا ہے، مالک کی مرضی پر نہیں۔

حواس، عقل اور وحی کی حدیں:۔ (مثال رہبری کے لئے برابری کے لئے نہیں) انسان ایک کرنسی کو دیکھ کر حواس کے ذریعہ پہچان لیتا ہے کہ یہ کرنسی روپیہ ہے یا ڈالر ہے، عقل یہ کہتی ہے کہ یہ فلاں ملک کی کرنسی ہے، اس کی اتنی قیمت ہے، یہ اصلی ہے یا نقلی ہے؟ مگر عقل یہ نہیں بتلاسکتی کہ اس کو کمانے اور خرچ کرنے کا جائز طریقہ کیا ہے؟ یہ صرف وحی الٰہی ہی سے معلوم ہوگا کہ مال جائز طور پر کیسے کمایا جائے اور کیسے خرچ کیا جائے؟

اسی طرح حواس کسی انسان کو دیکھ کر یہ بتلا دیتے ہیں کہ یہ انسان عورت ہے یا مرد؟ بچہ ہے یا جوان؟ عقل یہ بتلاتی ہے کہ یہ مؤمن ہے یا غیر مؤمن؟ رشتہ دار ہے یا غیر رشتہ دار؟ مگر عقل یہ نہیں بتلاسکتی کہ کس رشتہ سے نکاح جائز ہے اور کس سے ناجائز؟ یہ صرف وحی الٰہی ہی بتلائے گی، عقل وحواس انسان کو یہ بتلائیں گے کہ یہ فلاں فلاں جانور ہیں، مگر عقل وحواس انسان کو یہ علم نہیں دے سکتے کہ ان میں کونسے جانور ان کے لئے حلال ہیں اور کونسے حرام ہیں؟ اور ان کو حلال کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ یہ صرف وحی ہی بتلائے گی۔

دنیا کے مختلف مشروبات کو انسان عقل وحواس کے ذریعہ پہچانتا ہے، مگر ان میں کونسا جائز ہے اور کونسا ناجائز ہے یہ عقل نہیں معلوم کرسکتی، ان کے جائز اور ناجائز ان کے پاک اور ناپاک ہونے کا علم تو انسان کو صرف وحی الٰہی کی روشنی میں ہی مل سکتا ہے۔

اسی طرح انسان عقل وحواس کی مدد سے اللہ کو نہیں جان سکتا؛ بلکہ وحی الٰہی کی روشنی میں اللہ کو پہچان سکتا ہے، انسان عقل وحواس کی مدد سے دنیا کے مختلف حصوں پر قبضہ کرکے اپنے آپ کو بادشاہ تو بنا سکتا ہے، مگر زمین پر اقتدار اور کرسی حاصل کرنے کے بعد اپنی عقل سے انسانوں کے لئے ان کی بہتری کا قانون نہیں بنا سکتا، زمین پر اقتدار حاصل کرنے کے بعد اقتدار اور حکمرانی اللہ کے قانون کے مطابق کرنا ہوگا اور وہ انسان کو صرف وحی الٰہی ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے۔

سوال:۔ انسان اگر بیرون سے تربیت و رہنمائی حاصل نہیں کرتا تو کیسے گمراہ رہتا ہے؟

جواب:۔ انسان جب وحی الٰہی سے فائدہ نہیں اٹھاتا یا اُس کا انکار کرتا ہے اور اپنی عقل ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے تو پھر وہ گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے، اس کی زندگی جہالت، بد اعمالیوں اور بگاڑ میں مبتلا ہو جاتی ہے، وہ اپنے مالک سے دور ہو کر شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے اور شیطان اس کو اللہ کی نافرمانی اور بغاوت میں مبتلا کر کے جہنم میں جانے کے قابل بنا دیتا ہے، چنانچہ انسانوں کی زندگی اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی جس کسی انسان نے وحی کا انکار کیا یا وحی سے فائدہ نہیں اٹھایا؛ تو وہ بنجر زمین کی مانند ہو گئے اور ان میں خاردار جھاڑیاں اور زہریلے جانور نما انسان ہی جنم لئے اور اخلاقی و روحانی بیماریوں میں مبتلا ہو کر انہوں نے گھاٹے اور خسارے میں زندگی گذار دی۔

انسان وحی سے دوری کی وجہ سے سب سے پہلے کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں:۔ انسان نے جب بھی وحی الٰہی کا انکار کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر رہ کر اللہ کا انکار کیا اور کافر بن کر زندگی گذارا اور گذار رہا ہے، اور اللہ کے بندوں پر اپنی خدائی چلاتا ہے، اسی طرح جو انسان باپ دادا کی اندھی تقلید میں یا وطن پرستی، قوم پرستی، یا شخصیت پرستی میں تعصب کا شکار ہو کر وحی الٰہی سے فائدہ نہ اٹھائے تو اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان حاصل کرنے سے محروم رہے اور اپنی عقل پر بھروسہ کر کے مخلوقات کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا اور مشرک بن گئے اور ایک خدا کا نہیں کئی کئی خداؤں کا تصور قائم کر لیا اور خدا کے ساتھ بیٹا بیٹی اور بیوی جیسا ناپاک عقیدہ قائم کر لیا، اور اللہ تعالیٰ کی طرح مخلوقات کی بھی عظمت و محبت کو دل میں بٹھالیا، مخلوقات کی خامیوں، خرابیوں اور عیبوں کو خالق کے ساتھ لگا دیا اور خالق کے کمالات و خوبیوں کو مخلوقات کے ساتھ چسپاں کر دیا اور خالق کے ساتھ ساتھ مخلوقات کو بھی پکارتے ہیں، اور مالک کے قانون کے بجائے انسانی قانون پر زندگی گذارتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔

انسان وحی سے دوری کی وجہ سے رسم ورواج کا شکار ہو جاتے ہیں:۔ جو لوگ وحی سے فائدہ نہیں اٹھاتے، وہ باپ دادا کی اندھی تقلید میں زندگی کے ہر قدم پر جاہلانہ رسوم و رواج کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کی زندگی نفسانی خواہشات کا شکار ہو جاتی ہے، چنانچہ ان کی عبادات کے طریقوں سے لے کر پیدائش اور موت کے طور طریقوں میں رسم ورواج اور بے جا خواہشات کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا، پڑھے لکھے ہو کر بھی وہ بے ہودہ رسم ورواج میں مبتلا رہتے ہیں اور انسانیت کی توہین کرتے ہیں، اچھے بُرے کی سوجھ بوجھ رکھنے کے باوجود عقل کو استعمال ہی نہیں کرتے، وہ کوئی کام بھی بغیر رسم ادا کئے کرتے نہیں۔

وحی سے دوری کی وجہ سے عبادت واطاعت کے صحیح طریقوں سے ناواقف رہتے ہیں:۔ انسان جب وحی سے دوری اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کے طریقوں ہی سے واقف نہیں رہتا، وہ عبادت کا احساس وتصور لے کر اپنے جسم اور جان کو بے جا مشقتوں میں ڈالتے اور جسم وجان کو تکالیف میں مبتلا کرتے ہیں، وہ عبادت کا ناقص، محدود اور غلط تصور رکھتے ہیں، ان کے نزدیک عبادت کچھ دیر کے لئے ایک خاص دن، خاص وقت یا خاص مقام پر، خاص قسم کی شکل وصورت اختیار کرنے اور گانے بجانے کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتی۔

وحی سے دوری کی وجہ سے تکالیف اور پریشانیوں میں گناہ کا سہارا لیتے ہیں اور خوشحالی میں مالک کو بھول جاتے ہیں:۔ بہت سے لوگ وحی سے فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے تکالیف اور پریشانیوں میں غم دور کرنے اور غم کو بھلانے کے لئے اللہ کی طرف رجوع ہونے کے بجائے ناچ گانے بجانے اور شراب نوشی جیسی چیزوں میں ڈوبے رہتے ہیں یا پھر خودکشی کر بیٹھتے ہیں، اور بعض لوگ تکالیف وپریشانی میں اللہ کو پکارتے ہیں اور راحت و آرام ملتے ہی غیر اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اپنے مالک کو بھول جاتے ہیں۔

وحی سے دوری کی وجہ سے زندگی کے بنیادی طریقوں سے تک واقف نہیں رہتے:۔ جب انسان وحی سے فائدہ نہیں اٹھاتا تو وہ اپنی بنیادی ضرورتوں کے طریقوں

سے تک واقف نہیں رہتا اور جانوروں سے بھی گئی گذری زندگی گذارتا ہے، چنانچہ اس کو پاکی وناپاکی، حلال وحرام، جائز وناجائز کی تمیز ہی نہیں ہوتی، وہ دنیوی اعتبار سے پڑھا لکھا ہونے کے باوجود جنگلی جانوروں کی طرح زندگی گذارتا ہے، چنانچہ ایسے لوگوں کو کن کن عورتوں اور مردوں سے نکاح کرنا جائز ہے اور کن کن سے ناجائز ہے؟ اس کا علم ہی نہیں ہوتا، ماموں، بھانجی، خالہ اور دودھ شریک بہن جیسے رشتہ داروں اور محرمات عورتوں اور مردوں سے شادی کر لیتے ہیں، ایسے لوگوں کو بول وبراز کرنے کے بعد طہارت کا خیال ہی نہیں رہتا، کپڑوں اور جسم کو گندگی لگائے پھرتے ہیں، اور بعض تو شرم وحیاء سے اتنے دور ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر بول وبراز کرتے ہیں، جسم کے قابل شرم حصوں کی نمائش کرنے کو بُرا نہیں سمجھتے، نیم عریاں اور نیم برہنہ لباس پہنچ کر یا جسم کے خاص حصوں کی نمائش کرتے پھرتے رہتے ہیں، ایسے لوگ عورت مرد کا اور مرد عورت کا لباس اور ہیئت اختیار کرنے کو بھی برا نہیں سمجھتے، مرد عورتوں کی طرح زیور کا استعمال کرتا ہے، عورت اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے مردوں سے دوستی اور مرد اپنی بیوی کے علاوہ غیر عورتوں سے دوستی کرتا ہے اور ان کے بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ ہونے کو ماڈرن تہذیب سمجھتے ہیں، ان کا معاشرہ گائے، بیل، بھینس کی طرح ایک ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو جاتا ہے، ان کے مردوں اور عورتوں میں کوئی پردہ نہیں ہوتا، سب کے سب بے حجاب ہوتے ہیں، اور پردہ دار عورتوں پر ہنستے ہیں اور پردے کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

وحی سے رہنمائی حاصل نہ کرنے کی وجہ سے حقوق سے واقف نہیں ہوتے:۔

چنانچہ ایسے انسان حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس ہی سے واقف نہیں رہتے، ڈرامے اور فلمیں دیکھ کر بازاری لوگوں کی حرکتوں کو دیکھ کر زندگی کے کاروبار چلاتے ہیں، ان کو بیوی، بچوں، رشتہ داروں، پڑوسی انسانوں کے حقوق ہی نہیں معلوم رہتے، وہ اپنے جی کی خواہش پر ان سب سے ملتے اور جی نہ چاہے تو کٹ کر رہتے ہیں، اسی طرح وحی سے فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے مہمانی ومیزبانی، تجارت ونوکری، تیمارداری، دوستی ودشمنی، ملاقات، سونے جاگنے،

اٹھنے بیٹھنے، کپڑے پہننے بدلنے، کھانے پینے، لوگوں کے گھر جانے کے آداب، تقریبات میں شرکت اور ان کے انعقاد کے آداب سے ہی واقف نہیں رہتے، چنانچہ ایسے لوگوں کا معاشرہ، جانوروں یا پاگلوں جیسا معاشرہ دکھائی دیتا ہے، یہ لوگ حقوق وآداب جانے بغیر زندگی کے تمام کاوبار یا جی کی خواہش پر یا ایک دوسرے کی نقل میں کرتے رہتے ہیں۔

وحی سے فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے حرام وحلال کی تمیز نہیں رہتی:۔ ایسے انسانوں کو کونسی غذائیں پاک اور کونسی ناپاک ہیں؟ کونسا جانور حلال اور کونسا حرام ہے؟ اور کونسے مشروبات پاک ہیں اور کونسے ناپاک ہیں؟ اس کا بالکل تصور ہی نہیں رہتا، چنانچہ دنیا میں بہت سارے لوگ چوہا بلی، کتا، سانپ، بچھو، مینڈک، سوّر، مُردار جانور، خون، غیراللہ کے نام کے چڑھاوے کھاتے ہیں اور شراب پی کر زندگی گذارتے ہیں اور بعض تو جانوروں کا پیشاب پیتے ہیں اور سامانِ تجارت پر چھڑکاؤ کرتے ہیں، جانوروں کا گوشت استعمال کرنے کے لئے ان کو ذبح کرنے کے بجائے تکلیف کے ساتھ ''جھٹکا'' کرتے ہیں، جس میں یکدم گردن اور دھڑ الگ الگ گر جاتا ہے، یا مشین سے سر الگ کردیتے ہیں، زندگی کے تمام کاروبار میں وہ حرام وحلال کی تمیز سے بہت دور رہتے ہیں۔

وحی سے فائدہ نہ اٹھانے والوں کو مال کیسے کمائیں اور کیسے خرچ کریں اس کی تمیز نہیں ہوتی:۔ چنانچہ ایسے لوگ گانجا، شراب، افیم، ہیروئین کی تجارت کرکے پیسہ کماتے ہیں یا پھر سور، کتے پال کر ان کی تجارت کرتے ہیں یا سینما تھیٹر اور ناچ گانے بجانے والی عورتوں کے ذریعہ یا نائٹ کلب اور شراب خانے، جواخانے، ریس کے اڈّے اور زنا کے اڈّے چلا کر مال کماتے ہیں، یا پھر سود کا کاروبار، رشوت، لوٹ، چوری، ڈاکہ، دھوکہ بازی، جھوٹ، ڈوری کی رقم، جہیز اور جوڑے کی رقم، سٹہ سے مال کماتے ہیں، پھر فضول خرچی، جھوٹی شان، دین کو مٹانے اور اللہ کی بغاوت میں مال خرچ کرتے ہیں۔

وحی سے فائدہ نہ اٹھانے والے اخلاق رذیلہ کا شکار ہوتے ہیں:۔ چنانچہ وحی سے دور زندگی گذارنے والے غرور وتکبر میں مبتلا رہتے ہیں، قتل، خون، غارت گری، ظلم وستم

اور لوٹ مار میں مبتلا رہ کر زمین میں فساد مچاتے ہیں، ہر روز شراب اور نئی نئی عورتوں کی تلاش کر کے زنا کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، ایسے معاشرہ میں جسم بیچنے والی عورتوں کی کثرت ہوتی ہے، جوا اور ریس کے ذریعہ لوگوں کا مال لوٹتے ہیں، سودی کاروبار عام ہوتا ہے اور سود کھانے کو بُرا نہیں سمجھا جاتا، ناانصافی اور تعصب عام ہوتا ہے، عورتوں کی ننگی تصویروں کو تجارت کے سامان پر لگا کر تجارت کی جاتی ہے، بے حیائی و بے شرمی عام ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے معاشرے میں ریس، جوا، نائٹ کلب، لاٹری، فاحشہ عورتوں کے ناچ گانے اور فلمیں بہت زیادہ عام ہوتی ہیں، ان کا پہننا اوڑھنا فلم ایکٹروں کی نقل میں اور بازاری عورتوں اور مردوں کی نقل میں ہوتا ہے اور گالی گلوج کا رواج عام ہوتا ہے۔

حواس، عقل اور وحی کی مثال:۔ (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں) حواس، عقل اور وحی مثال کو یوں سمجھئے کہ وہ کمپیوٹر اور کیالکیولیٹر کی طرح ہوتے ہیں، یوں تو عقل بڑے کام کی چیز ہے، مگر اسی وقت تک کام کی چیز ہے جب اس کو اس کے دائرے اور حدود تک استعمال کیا جائے، اگر اس کے دائرے اور حدود سے باہر اور آگے استعمال کیا جائے تو وہ صحیح کام کرنے کے بجائے غلط جوابات اور ہدایت دینا شروع کر دیتی ہے، جیسے کمپیوٹر اور کیالکیولیٹر کرتے ہیں، مثلاً ایک کیالکیولیٹر اگر چار ڈیجٹس کا ہو تو اس سے چار ڈیجٹس ہی کا حساب معلوم کیا جاسکتا ہے، اگر اس سے ۸؍ ڈیجٹس کا حساب معلوم کیا جائے تو غلط حساب بتلائے گا، اسی طرح بارہ ڈیجٹس والے کیالکیولیٹر سے کروڑ اور ملین کا حساب پوچھا جائے تو وہ غلط رہبری کرے گا، اسی طرح کمپیوٹر میں جو چیز فیڈ کی گئی ہے اسی حد تک وہ صحیح جواب دے گا اور جو چیز اس میں فیڈ نہیں ہوگی اور اگر اس سے معلوم کرنا چاہیں تو وہ نہ صرف یہ کہ کام نہیں کرے گا بلکہ غلط جواب دینا شروع کر دے گا، اسی طرح عقل کا دائرہ ہے، جو چیز اس کے بس میں نہیں اور جہاں اس کی حد ختم ہو جاتی ہے اس کا وہ صحیح جواب نہیں دے گی، الٹا گمراہ کر دے گی، اس لئے جہاں عقل کا دائرہ ختم ہوتا ہے وہاں سے وحی الٰہی کا دائرہ شروع ہوتا ہے۔

اسی طرح حواس، عقل اور وحی کی مثال یوں سمجھئے، کنواں، تالاب اور دنیا کے سات

سمندروں جیسی ہے، جس طرح تالاب کا پورا پانی کنویں میں نہیں آسکتا، اورسات سمندر کا پورا پانی ایک تالاب میں نہیں آسکتا، اسی طرح وحی الٰہی کی ہر بات کو حواس اور عقل کی مدد سے سمجھا نہیں جاسکتا، چھوٹی چیز سے بڑی چیز کو سمجھا نہیں جاسکتا۔

اگر کوئی وحی الٰہی کی کوئی بات عقل وحواس سے سمجھ میں نہ آنے پر وحی کا انکار کرے یا شک کرے یا وحی کو جھٹلائے تو اس انسان کو پاگل، بیوقوف اور احمق کہا جائے گا، ایسے انسان کو اپنی عقل وحواس پر نہیں وحی الٰہی پر بھروسہ کرنا چاہئے اور وحی کی کوئی بات عقل وحواس میں نہ اتر سکے تو یہ عقل وفہم کی کمزوری اور کمی ہوگی؛ نہ کہ وحی کی خرابی اور غلطی، اس لئے وحی کی وہ باتیں جو عقل وفہم میں نہ آسکیں ان میں شک کئے بغیر ان کو صحیح مانا جائے اور اپنی عقل وفہم کو مجبور ومحتاج سمجھا جائے، پھر ایک بار اچھی طرح یاد رکھئے کہ حواس اور عقل غلطی کرسکتے ہیں اور کرتے ہیں، مگر وحی الٰہی کی کوئی بات ہرگز غلط نہیں ہوتی۔

انسان کی زندگی کے تین زمانے:۔ ☆ماضی، ☆حال، ☆مستقبل۔

☆ دنیا کی زندگی سے پہلے کا زمانہ جو ماضی کہلائے گا۔

☆ دنیا کی موجودہ زندگی کا زمانہ جو حال کہلائے گا۔

☆ دنیا کی زندگی کے بعد یعنی مرنے کے بعد کا زمانہ جو مستقبل کہلائے گا۔

اب ذرا غور کیجئے! ان تین زمانوں میں سے عقل اور حواس کے پاس صرف زمانہ حال ہی کا کچھ علم ہے؛ وہ بھی مکمل نہیں، عقل وحواس ماضی اور مستقبل کا علم ہی نہیں رکھتے اور نہ علم دے سکتے ہیں، انسان کی زندگی کے یہ تین زمانوں میں سے ماضی اور مستقبل کے علم سے عقل وحواس مجبور ومحتاج ہیں، ان کا ان دونوں زمانوں میں کوئی دخل ہی نہیں، پھر عقل ان میں شک یا انکار کیسے کرسکتی ہے؟

عقل کی مجبوری اور مشاہدہ پر غور کیجئے! وحی الٰہی کہتی ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد (چاہے وہ مٹی اور راکھ ہوجائے یا ریزہ ریزہ ہوجائے، یا سمندروں میں بہادیا جائے یا کسی جانور کا لقمہ بن جائے) اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا، عقل اپنی کمزوری کے سبب یہ

سمجھ نہیں پاتی کہ جب انسان مرجاتا ہے تو مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے، یا راکھ کا ڈھیر بن جاتا ہے، پھر وہ کیسے زندہ کیا جائے گا؟ لیکن اس میں عقل کو شک کرنے یا انکار کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لئے کہ دوبارہ زندہ کرنے کا تعلق زمانۂ مستقبل سے ہے حال سے نہیں، اگر عقل شک کرے تو یہ عقل کی غلطی ہے نہ کہ وحی الٰہی کی، انسان کو تو بغیر دلیل کے وحی الٰہی پر مکمل بھروسہ کرکے اس بات پر ایمان لانا چاہئے کہ یہ بات بالکل صحیح ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے، وہ ضرور ہر انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا، ویسے وہ دنیا میں بھی ہر روز نیند یعنی چھوٹی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرتا ہی ہے، مردہ زمین کو ہر موسمِ گرما کے بعد پھر زندہ کرتا ہی ہے، ہر روز رات کے بعد دن لاتا ہی ہے۔

وحی کہتی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان کی زبان کو بند کرکے جسم کے مختلف اعضاء سے بات کرائے گا، اگر یہ بات عقل کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے تو اس میں عقل کا قصور ہے وحی کا نہیں، اس لئے کہ اس بات کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہے جس کا علم عقل نہیں دے سکتی، عقل کا مشاہدہ یہ ہے کہ بات صرف منہ اور زبان سے ہی کی جاتی ہے، اعضاء و جوارح سے نہیں، عقل کا علم محدود اور ناقص ہے، اس لئے عقل اس بات کا انکار نہیں کرسکتی، عقل کو بغیر دلیل کے یہ ماننا ہوگا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، جب وہ دنیا میں ٹیپ ریکارڈ، ریڈیو اور ٹی وی کو بغیر زبان کے بات کرنے کی صلاحیت دے سکتا ہے اور جب لوہے کے ٹکڑوں اور ٹیپ ریکارڈر کی کیسٹ اور فلم کی ریل سے بغیر زبان کے بات کرواسکتا ہے تو کیا انسانی اعضاء سے بات نہیں کرواسکتا؟ بے شک کرواسکتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ وحی کی ہر ہر بات عقل میں آسکے۔

وحی کہتی ہے کہ اصحابِ کہف تین سونو (۳۰۹) سال تک سوتے رہے پھر اُٹھے، ان کو یہ تین سو سال کا عرصہ بہت ہی مختصر سا معلوم ہوا، عقل یہ بات سمجھ نہیں سکتی، اس لئے کہ عقل کا مشاہدہ یہ ہے کہ انسان ۱۲؍ گھنٹے سے زیادہ بھوک پیاس برداشت نہیں کرسکتا، غذاء اور پانی نہ ملے تو مرجاتا ہے، اس کو بول وبراز کی ضرورت پڑتی ہے، اس کو جسم کی صفائی کی

ضرورت پڑتی ہے، بال اور ناخن بڑھ جاتے ہیں، ۳۰۰/سال بغیر کھائے پئے اور بغیر بول و براز کئے کیسے زندہ رہ سکتے ہیں؟ یہ عقل میں آنے والی بات نہیں ہے، اس لئے عقل پر بھروسہ کر کے وحی کا انکار کرتا ہے یا شک کرتا ہے، اگر یہ بات عقل کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے تو اس میں وحی کی غلطی نہیں؛ عقل کی غلطی ہے، اس لئے عقل کی سوچ محدود ہے اور وہ وحی کی ہر بات سمجھ نہیں سکتی، اس لئے عقل کو بغیر دلیل کے یہ ماننا چاہئے کہ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے، وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔

مصر کے میوزیم میں فرعون کی لاش آج تک صحیح وسلامت موجود ہے، اس کی لاش کو کسی قسم کا مسالہ نہیں لگایا گیا اور نہ ممی کی گئی، اللہ تعالیٰ اس کو انسانوں کی عبرت اور نصیحت کی خاطر موت کے دن سے آج تک ویسا ہی رکھا ہے، اس کی لاش گلی سڑھی نہیں، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، آسمان بغیر داغ دوزی اور مرمت کے ہمیشہ تازہ کا تازہ، نیا کا نیا نظر آتا ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، وہ جسے چاہے جیسا چاہے رکھ سکتا ہے، زمین، ہوا، پانی، آسمان، چاند، سورج، ستارے، سیارے، پہاڑ، ریگستان وغیرہ ہزاروں لاکھوں سال سے بس ایک ہی حالت پر ہیں، جیسے کے ویسے، ہر روز وہ تازے اور نئے نظر آتے ہیں، ان میں کوئی تغیر، تبدیلی، بوسیدہ پن اور بوڑھاپا نظر نہیں آتا، یہ بس اللہ کا کمال ہے، اس لئے کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔

وحی کہتی ہے کہ فرعون کے مقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لاٹھی کو مارتے ہی ان کو اور ان کی قوم کو سمندر میں راستہ مل گیا اور وہ سمندر پار کر گئے، فرعون اور اس کا لشکر ڈوب گیا، مگر عقل یہ بات نہیں سمجھ سکتی، عقل کا مشاہدہ یہ ہے کہ پانی ہر چیز کو ڈبو دیتا ہے اور بہا لے جاتا ہے، پھر حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کیسے بچ گئی؟ مگر عقل کو وحی کی بات آنکھ بند کر کے ماننا پڑے گا، اور یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے جیسا چاہے کر سکتا ہے، کائنات کی ہر مخلوق اس کی فرمانبردار ہے، پانی پر ہزاروں ٹن وزنی جہاز اللہ ہی کے حکم سے تنکے کی طرح تیرتے رہتے ہیں، اللہ کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔

وحی کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا، تو یہ بات بھی انسانی عقل میں نہیں آتی، عقل کا مشاہدہ ہے کہ انسان کو آکسیجن کی ضرورت ہے اور ہوا کا غلاف ۲۰۰رمیل تک ہی ہے، اس سے اوپر خلاء ہے، پھر سورج کی تیزی سے کوئی نہیں بچ سکتا، پھر انسان کو ہر دو چار گھنٹے بعد غذاء، ہوا، پانی چاہئے، بول و براز کی ضرورت پڑتی ہے، آسمان میں یہ تمام چیزیں کہاں ہیں؟ مگر عقل کی معلومات ناقص، کمزور اور محدود ہیں، عقل کی معلومات پر اعتماد کر کے وحی الٰہی کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، اس نے ایسی مخلوق بھی پیدا کی جن کو فرشتے کہتے ہیں، جو بغیر کھانا کھائے اور پانی پیئے زندہ ہیں اور ان کو ہوا، پانی اور بول و براز کی ضرورت ہی نہیں، اللہ کسی بھی مخلوق کی بھوک پیاس کو بند کر کے سینکڑوں سال بغیر ہوا، پانی اور غذاء کے رکھ سکتا ہے، عقل دنیا کی نظر آنے والی چیزوں ہی کا علم دے سکتی ہے، آسمانوں کے اندر کا علم نہیں دے سکتی، اس لئے عقل کی مجبوری ومحتاجی پر وحی کا انکار نہیں کیا جاسکتا تھا۔

وحی کہتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں زندہ رکھا گیا، اللہ تعالیٰ نے آگ کو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈا ہونے کا حکم دے دیا، مگر عقل کا مشاہدہ تو یہ ہے کہ آگ ہر چیز کو چاہے وہ انسان ہی کیوں نہ ہو جلا دیتی ہے اور راکھ بنا دیتی ہے، پھر یہ کیسے ہوا؟ مگر عقل کا مشاہدہ اور سوچ وحی کے سامنے ناکام ہے، عقل کا علم محدود ہے اور وحی کا علم لامحدود، وحی کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، جو ہر چیز پر قادر نہیں ہوتا ہے وہ خدا ہی نہیں ہوسکتا، اس لئے وحی کی بات پر آنکھ بند کر کے ایمان لانا ہوگا کہ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ کے اندر سے زندہ بچ کر نکل آئے۔

وحی کہتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا، وہ مچھلی کے پیٹ میں کچھ دنوں اللہ کے حکم سے زندہ رہے، عقل کو یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آسکتی، جبکہ ہر جاندار کے جسم میں مختلف جاندار کیڑوں اور بیکٹیریا کی شکل میں تیرتے ہی رہتے ہیں اور جاندار کے پیٹ میں بچہ پلتا بھی ہے، کسی کے پیٹ میں ایک، کسی کے پیٹ میں دو اور کسی کے پیٹ

میں تین یا چار بچے پلتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی کام مشکل ہی نہیں، عقل کا علم ناقص ہے، اس لئے عقل پر بھروسہ کر کے وحی کے اس واقعہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

وحی کہتی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تیز چھری چلائی مگر اللہ نے چھری کو کاٹنے سے روک دیا، یہ بات بھی عقل کے مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے، عقل کہتی ہے کہ چھری کاٹتی ہے، اس کا کام ہی کاٹنا ہے، عقل اللہ کی صفات کا علم ہی نہیں رکھتی اور نہ اللہ کی صفات کو سمجھ سکتی ہے، اس لئے عقل کی بات پر وحی کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں، ہر ذرہ اُس کا فرمانبردار ہے۔

وحی کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کے لئے پہاڑ میں سے ایک حاملہ اونٹنی کو نکالا جو پورے کنویں کا پانی پی لیتی تھی، پھر اس سے ایک بچہ پیدا کیا، یہ بات بھی عقل کی سمجھ میں نہیں آسکتی، عقل کا مشاہدہ بالکل الگ ہے، وحی کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے صرف بی بی مریمؑ سے پیدا ہوئے اور بی بی مریمؑ کنواری تھیں، کسی بھی مرد نے ان کو نہیں چھوا، یہ بات بھی عقل کی سمجھ اور حد سے باہر کی ہے، عقل بس یہ سمجھتی ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے لئے نر اور مادہ کا ملاپ ہونا ضروری ہے، تب ہی کوئی پیدا ہوسکتا ہے، پہاڑ سے اونٹنی کیسے نکلے گی؟ اور بغیر مرد کے عورت سے بچہ کیسے پیدا ہوگا؟ عقل کی معلومات پر بھروسہ کر کے وحی الٰہی کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ وحی کی ہر بات عقل میں سما نہیں سکتی، حالانکہ دن رات پھلوں، ترکاریوں اور اناج میں بغیر نر اور مادہ کے کیڑے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں، اور انسان کے سر میں صرف میل سے جوں پیدا ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ سے کوئی کام مشکل نہیں، وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرسکتا ہے۔

وحی کہتی ہے کہ قیامت کے دن آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا، سورج، چاند اور ستاروں کو بے نور کردیا جائے گا اور ستارے ٹوٹ پڑیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر روئی کے گالوں کی طرح ہوا میں اُڑتے پھریں گے، سمندروں میں سے آگ نکلے گی، زمین اپنا توازن کھودے گی، پھر تمام انسانوں کو ان کی قبروں سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا، حشر کا میدان قائم ہوگا، ہر شخص

کو اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا، انسانوں کے اعمال پر خود ان کے اعضاء اور زمین گواہی دے گی، یہ تمام باتیں عقل کی معلومات سے آگے کی ہیں، اور عقل کی سمجھ سے باہر کی ہیں۔

اسی طرح جنت اور دوزخ کے تعلق سے جتنی معلومات ہمیں وحی دیتی ہے اس کو بھی عقل کی مدد سے نہیں سمجھا جاسکتا اور نہ عقل وفہم ان کا صحیح ادراک کرسکتے ہیں، وحی الٰہی کی اطلاع پر جنت و دوزخ کے تمام حالات پر آنکھ بند کرکے ہی ایمان لانا انسان کی نجات کے لئے ضروری ہے، ورنہ انسان عقل سے وہاں کے حالات نہیں سمجھ سکتا، اور عقل ان حالات کو سمجھنے میں بے بس، مجبور ومحتاج ہے، عقل میں نہ اتنی صلاحیت ہے اور نہ استعداد، جنت ودوزخ کا تعلق انسان کے مستقبل سے ہے، عقل اس میں بالکل مجبور ومحتاج ہے۔

وحی الٰہی کی دو قسمیں ہیں، ایک وحی متلو (تلاوت کی جانے والی) اور دوسری وحی غیر متلو (تلاوت نہ کی جانے والی)، وہ تمام باتیں جو احادیث کی شکل میں محفوظ ہیں ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں؛ وہ بھی دراصل وحی الٰہی ہی کی باتیں ہیں، جن کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے، موجودہ زمانہ میں بعض لوگ حدیث کی بھی بعض باتوں کو عقل سے جانچنے کی کوشش کرتے ہیں اور عقل کے گھوڑے دوڑا کر حدیثوں کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور گمراہ ہوجاتے ہیں، مثلاً حدیثوں میں یہ باتیں بتلائی گئی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور زم زم سے آپؐ کا قلب اطہر دھویا گیا، یہ بات ان کی عقل میں نہیں آتی کہ جب سینہ مبارک چاک کیا گیا تو پھر آپؐ زندہ کیسے رہے؟

موجودہ زمانہ میں تو ہزاروں لوگوں کا سینہ کھول کر دل کا آپریشن کیا جارہا ہے، انسان یہ سب کرسکتا ہے؛ تو کیا انسانوں کا مالک یہ نہیں کرسکتا؟ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے، اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام ارشادات جو عالم برزخ، قبر، منکر، نکیر، عذابِ قبر، قبر کا میت کے ساتھ سلوک، ایصال ثواب، شفاعت، قرآن مجید کی آیات میں اثر، وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں ان تمام حدیثوں کو عقل کے معیار پر تولتے ہیں اور اپنے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا انکار کرتے ہیں اور گمراہ ہوجاتے ہیں، ایسے

لوگوں کو منکرین حدیث کہا جاتا ہے، خوب اچھی طرح یاد رکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کا انکار کرنا کفر ہے اور انسان کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے، انسان کے لئے فائدہ مند بات تو صرف یہ ہے کہ وہ عقل لڑائے بغیر قرآن اور حدیث کی باتوں کو آنکھ بند کر کے مان لے، اسی میں اس کی کامیابی ہے، کونسی حدیث صحیح اور کونسی حدیث غلط؟ ان تمام باتوں کا معلوم کرنا عام انسانوں کا کام نہیں، وہ کام اہل علم اور محدثین کا ہے۔

اس تمام بحث کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اپنی عقل اور حواس پر نہیں؛ بلکہ وحی الٰہی پر کامل بھروسہ کر کے زندگی گذارنا چاہئے اور وحی کی ہر بات کو عقل سے سمجھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، تب ہی وہ دنیا میں کامیاب زندگی گذار سکے گا، وحی الٰہی ہی انسان کو دنیا میں اللہ تعالٰی کی مرضیات پر زندگی گذارنے کا اصول اور طریقہ سکھاتی ہے، اور بندہ کو خدا سے جوڑتی ہے، اگر انسان وحی کی ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر تولنے کی کوشش کرے گا تو کبھی کامیاب نہیں ہوگا اور اس کو صراط مستقیم نہیں ملے گی۔

سوال:۔ سائنس کا دار و مدار کس چیز پر ہے؟ سائنس داں مذہب کا انکار کیوں کرتے ہیں؟

جواب:۔ سائنس کا تمام تر دار و مدار حواس اور عقل پر ہے، اگر کوئی انسان حواس اور عقل سے محروم رہے تو وہ سائنس کا علم حاصل ہی نہیں کر سکتا، سائنس دراصل انسان کے حواس اور عقل کی ذاتی محنتوں اور کوششوں کا نام ہے، اللہ تعالٰی نے سائنس کو انسان کی ذاتی محنتوں اور کوشش پر چھوڑ دیا ہے کہ دانشور انسان اس میں جتنی محنت اور کوشش کریں گے سائنس میں ترقی کرتے ہی جائیں گے، اس لئے سائنس محتاج ہے عقل اور حواس کی، عقل اور حواس کے بغیر اس کا کام چل نہیں سکتا، اب ایک انسان سائنس کے ذریعہ مذہب کا انکار کرے تو یہ اس کی بیوقوفی اور حماقت ہے۔

سوال:۔ عقل وحواس کو گمراہی سے بچانے کے لئے کیسے استعمال کرنا چاہئے؟

جواب:۔ پھر ایک بات یاد رکھئے کہ انسان کی صحیح تربیت ورہنمائی اور صحیح راستے کی

ہدایت صرف دنیوی علم سے نہیں ہوسکتی، وہ صرف دنیوی علم حاصل کر کے صحیح انسان اور اللہ کا صحیح بندہ نہیں بن سکتا، دنیوی علم (سائنس) سے تو انسان دنیا کمانے اور دنیا کی چیزوں کو استعمال کرنے کا طریقہ سیکھ سکتا ہے، اس کی عقل، فکر، عقیدہ وعمل کی تربیت نہیں ہوسکتی اور نہ اس کو صحیح راستے کی ہدایت مل سکتی ہے، کیونکہ دنیوی علم کا پورا دارومدار عقل وحواس پر ہے اور عقل وحواس کا دائرہ محدود ہے اور عقل وحواس تو صرف نظر آنے والی یا جسم رکھنے والی یا محسوس ہونے والی چیزوں ہی کے بارے میں علم دے سکتے ہیں، نیز ان کا دائرہ محدود اور ادراک مکمل نہیں، اس لئے انسان دنیوی علم اور عقل وحواس سے صحیح راستے کی ہدایت اور رہنمائی حاصل نہیں کرسکتا، اور نہ اپنی ذمہ داریاں ادا کرسکتا ہے، اب انسان کو صحیح راستے کی ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے اور اپنے فکر، عقیدہ اور عمل کو درست کرنے کے لئے دنیوی علم، عقل وحواس کو وحی الٰہی کے تابع رکھنا ہوگا، اگر وہ دنیوی علم، عقل وحواس کو وحی سے آگے بڑھایا اور وحی کے تابع نہ رکھا تو سیدھا گمراہی اور خسارے کا شکار ہوجاتا ہے اور کبھی بھی صحیح راستے کی ہدایت و رہنمائی حاصل نہیں کرسکتا، اس لئے وحی کی حیثیت انسانی زندگی میں امام کی سی ہے، اور عقل وحواس اور دنیوی علم اس کے مقتدی، عقل وحواس اور دنیوی علم وحی کی روشنی میں کام کریں گے اور وحی کی ہدایت ہی پر چلیں گے، اس میں کوئی شک نہیں کہ عقل کے بغیر انسان وحی کو سمجھ نہیں سکتا، مگر پھر بھی وہ اپنی عقل کو وحی کے تابع ہی رکھے، اس لئے کہ دنیا میں سب سے بڑا اور صحیح علم وحی الٰہی کا علم ہے، جس میں کسی قسم کی کوئی غلطی، گمراہی اور کمی نہیں جو خالص انسان کی صحیح رہنمائی اور تربیت کے لئے اتارا گیا، انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی انسان نے وحی کو چھوڑ کر یا اس کا انکار کر کے زندگی گذارا وہ گمراہی اور خسارے میں مبتلا رہا اور خسارے کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا۔

تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی عقل وحواس کے مقابلہ وحی الٰہی پر مکمل بھروسہ کرنا ہوگا، اور عقل کو وحی الٰہی کے تابع رکھ کر وحی کی ہر بات کو سچی اور صحیح ماننا ہوگا اور وحی کی تمام باتوں پر آنکھ بند کر کے ایمان لا کر اسی کے مطابق زندگی گذارنا ہوگا، تب ہی وہ

ایمان والا کہلائے گا اور دنیا میں کامیاب زندگی گذار سکے گا، اگر انسان وحی کی سمجھ میں نہ آنے والی بات کو جھٹلائے یا شک کرے اور عقل کی کسوٹی پر تولے تو وہ گمراہ ہو جائے گا اور ہدایت ورہنمائی سے دور ہو جائے گا اور اس کو صراط مستقیم نہیں ملے گی۔

وحی الٰہی سے حاصل ہونے والے کی علم کی مختصر تفصیل

☆ وحی الٰہی کے ذریعہ انسان کو کائنات کے خالق، مالک اور رب کی پہچان نصیب ہوتی ہے اور اس کی صفات کا علم ملتا ہے، جس سے اس کا تعارف حاصل ہوتا ہے، یعنی اس کے جاننے، پہچاننے اور ماننے کی تعلیم ملتی ہے، جو دنیوی علم اور عقل سے حاصل نہیں ہوتی۔

☆ وحی الٰہی کے علم سے خالق اور مخلوقات میں فرق معلوم ہوتا ہے، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خالق کی صفات اور مخلوقات کی صفات کیا کیا ہیں، اور ان میں کیا کیا فرق ہے؟ جو دنیوی علم اور عقل سے حاصل نہیں ہوتا۔

☆ وحی الٰہی کے ذریعہ انسان کو شرک، کفر، توحید، فسق وفجور، نفاق اور بدعت کا واضح و مکمل علم ملتا ہے، جو دنیوی علم وعقل سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

☆ وحی الٰہی سے انسان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں بھیجا کیوں گیا؟ اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ وہ کہاں سے آرہا ہے؟ کیوں آرہا ہے؟ اور کہاں جارہا ہے؟ جو دنیوی علم اور عقل سے معلوم نہیں ہوتا۔

☆ وحی الٰہی کے ذریعہ دنیا کی حقیقت، مخلوقات کی پیدائش کا مقصد اور مخلوقات میں انسان کا مقام اور مرتبہ معلوم ہوتا ہے، اور مخلوقات کس کی اطاعت وفرمانبرداری کررہے ہیں معلوم ہوتا ہے۔

☆ وحی الٰہی کے ذریعہ انسان کو اپنے مالک کی صحیح عبادت وبندگی کی تعلیم ملتی ہے اور عبادت کا صحیح مفہوم سمجھ میں آتا ہے اور بندہ کو اپنے مالک سے ربط وتعلق پیدا کرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہوتا ہے، جو دنیوی علم وعقل سے حاصل نہیں ہوتا۔

☆ وحی الٰہی سے انسان کو خیر وشر، نیکی وبدی کی تعلیم ملتی ہے، حق وباطل کی تمیز ہوتی ہے، صحیح وغلط راستے کا علم اور پہچان ملتی ہے، جنت وجہنم کے راستے کی پہچان نصیب ہوتی ہے، جو دنیوی علم اور عقل سے معلوم نہیں ہوتا۔

☆ وحی الٰہی سے یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ انسان اس دنیا میں کس حد تک آزاد وخود مختار ہے؟ اور کس حد تک مجبور ومحتاج ہے؟ اور انسان سے غلطی وگناہ ہوجائے تو کیا ہوتا ہے اور اس موقع پر وہ کیا کرے؟ جو دنیوی علم اور عقل سے معلوم نہیں کرسکتا۔

☆ وحی الٰہی سے انسان کو مرنے کے بعد والی زندگی، قبر، حشر، قیامت، جزاء وسزاء، حساب وکتاب، جنت ودوزخ، یعنی آخرت کے تمام حالات کی تفصیل ملتی ہے، جو دنیوی علم اور عقل سے حاصل نہیں ہوتی۔

☆ وحی الٰہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی پسند وناپسند یعنی مرضیاتِ الٰہی ونامرضیات کا علم ملتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے دنیا میں انسانوں کے لئے زندگی گذارنے کے اصول اور ضابطے کیا بنائے اور زمین پر قانونِ زندگی کیا ہونا چاہئے؟ اور کن چیزوں کو حلال کیا اور کن چیزوں کو حرام؟ اور کونسی چیزوں کو پاک بتلایا اور کونسی چیزوں کو ناپاک؟ اس کا مکمل علم ملتا ہے، جو دنیوی علم اور عقل سے نہیں مل سکتا، اگر انسان اپنی عقل اور دنیوی علم سے انسانوں کی زندگی گذارنے کے ضابطے اور قانون بنائے اور زمین پر عقلی ودنیوی علم کا قانون نافذ کرے تو وہ تمام انسانوں کے لئے تکلیف دہ اور پریشانی کا ذریعہ بنے گا اور زمین پر فساد ہی فساد پیدا ہوجائے گا، اور انسان مصیبت وپریشانی میں مبتلا ہوجائے گا، چنانچہ وحی الٰہی ہی سے ہدایت ورہنمائی حاصل کرنے میں انسان کی نجات وکامیابی کا دار ومدار ہے، اگر وہ وحی الٰہی سے ہدایت حاصل نہیں کرتا تو گمراہ ہوکر گھاٹے وخسارے کا شکار ہوجاتا ہے۔

سوال:۔ وحی الٰہی کیا عام انسانوں پر بھی نازل ہوتی ہے؟

جواب:۔ وحی الٰہی عام انسانوں پر نازل نہیں ہوتی، صرف اللہ تعالیٰ کے منتخب نمائندہ ''پیغمبر'' پر نازل ہوتی ہے، یہ بھی یاد رکھئے کہ کوئی انسان اپنی محنت ومجاہدے اور

ذاتی کوشش سے نبی اور پیغمبر نہیں بن سکتا، اور نہ اُس کے پاس وحی کا علم آتا ہے، وحی الٰہی صرف اور صرف پیغمبروں کے پاس آتی ہے، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے مختلف پیغمبر اور رسول دنیا کے مختلف علاقوں اور قوموں میں بھیجے اور ان پر وحی نازل فرمائی، اور ان کو وحی کے ذریعہ ہی علم دیا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں اور آپؐ پر آخری وحی قرآن مجید کی شکل میں نازل ہو چکی، اب قیامت تک وحی الٰہی کا نازل ہونے کا سلسلہ بند ہو چکا ہے، اگر کوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا وحی کے نازل ہونے کا اعلان کرے تو وہ جھوٹا، کذاب اور شیطان ملعون ہوگا، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی دوسرے انسان کو بھی پیغمبر مانے تو وہ ایمان والا نہیں کہلائے گا اور وہ مسلمان نہیں ہوگا، اس کو بھی کافر کہیں گے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا بھی کافر اور اس نبوت کو ماننے والا بھی کافر ہوگا۔

سوال:۔ قرآن مجید کے علاوہ دوسری آسمانی کتابوں کی حیثیت اب کیا ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید کے سوا باقی تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں تبدیلی کر دی گئی یا وہ دنیا سے گم کر دئے گئے، یا انسانی کلام کے ساتھ ملا کر تبدیل کر دیا گیا، اس لئے قرآن مجید سے پہلے جتنے صحیفے اور آسمانی کتابیں نازل ہوئیں؛ وہ تمام کی تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوخ کر دی گئیں اور تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ قرآن مجید کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے اُسے قیامت تک کے لئے آخری کتاب اور آخری وحی قرار دے دیا، جس کی حفاظت کا ذمہ اُس نے خود لے رکھا ہے۔

سوال:۔ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید کی ہدایات کے مطابق قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو

قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دوسری تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں پر بھی ایمان لانا لازم و ضروری ہے، قرآن مجید بھی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق وتائید کرتا ہے اوران کی دعوت کو تفصیل سے سمجھاتا ہے۔

دوسری تمام کتابوں پر ایمان لانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ تمام کتابیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی تھیں، اور وہ اسی عقیدہ وفکر (توحید، رسالت وآخرت) کی دعوت دیتی تھیں جس عقیدہ اور فکر کی دعوت قرآن مجید دے رہا ہے، قرآن مجید کوئی نئی فکر اور کوئی نیا عقیدہ اور کسی نئی چیز کی دعوت نہیں دے رہا ہے؛ بلکہ پچھلی کتابوں میں جو دین (توحید، رسالت وآخرت) سمجھایا گیا تھا اور جس کی دعوت دی گئی تھی اسی دین کی دعوت دے رہا ہے۔

اس لئے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری اور لازم رکھا گیا، اگر کسی ایک صحیفے یا کتاب کا انکار کردیا جائے تو خود بخود قرآن مجید کا انکار ہوجاتا ہے، اس لئے کہ قرآن مجید کی تعلیم میں تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا شرط رکھا گیا، چنانچہ سب سے پہلے اس حکم کا انکار ہوجاتا ہے اور پھر قرآن مجید نے جو دین (توحید، رسالت وآخرت) کو پیش کیا ہے جو دوسری آسمانی کتابوں کی مشترکہ تعلیم ہے، اس کا انکار ہوکر خود بخود قرآن مجید کا انکار ہوجاتا ہے۔

اسی طرح دوسری آسمانی کتابوں کو ماننے والی کوئی قوم یا فرد اگر قرآن مجید کا انکار کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود اپنی کتاب کا انکار کررہے ہیں، کیونکہ قرآن مجید کی دعوت اور پچھلی آسمانی کتابوں کی دعوت یعنی دین (توحید، رسالت وآخرت) ایک ہی ہے، اس لئے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا لازم وضروری رکھا گیا، ایمان بالکتُب اس لئے بھی لازم وضروری ہے کہ ہر دور میں پیغمبر اور رسول کے دنیا سے گذر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ہدایت معلوم کرنے کا واحد ذریعہ کتاب ہی رہ جاتا ہے، اب اگر کتاب پر ایمان نہ ہو تو آدمی کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو معلوم کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

سوال:۔ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دوسری آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید کے علاوہ دوسری تمام آسمانی کتابیں مخصوص زمانوں اور مخصوص قوموں میں نازل کی گئی تھیں، قرآن ہی وہ واحد آسمانی کتاب ہے جو پورے عالم کے انسانوں کے واسطے قیامت تک کے لئے نازل کی گئی ہے، اب قیامت تک کوئی نئی کتاب نازل نہیں ہوگی، دوسری تمام کتابوں پر ایمان لانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اس بات کا اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں اور مختلف قوموں کی ہدایت کے لئے جو کتابیں نازل کی تھیں جن کو ہم جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں؛ ان تمام کتابوں پر ہمارا ایمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابیں تھیں، دین کی تعلیم ان میں بھی وہی تھی جو قرآن مجید میں ہے، صرف شریعت یعنی عبادت واطاعت کے طریقوں میں فرق تھا مگر ان کتابوں پر اب عمل نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں منسوخ کردیا ہے اور جو پچھلی کتابیں اس وقت دنیا میں آسمانی کتابوں کے نام سے موجود ہیں ان کی شکلیں بگاڑ دی گئی ہیں، ان کی تعلیمات میں اور قرآن مجید کی تعلیمات میں زمین وآسمان کا فرق ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اب صرف قرآن مجید ہی پر عمل کرنا ہوگا۔

اس کو ایک مثال سے یوں سے سمجھئے، اگر کوئی انسان میٹرک کا امتحان دینا چاہتا ہے اور وہ دس سال پہلے کے کورس پڑھ کر آج میٹرک کا امتحان دے گا تو وہ ناکام ہوجائے گا، اسے تو صرف وہی کورس پڑھ کر امتحان دینا ہوگا جس کو حکومت نے جاریہ سال رکھا ہے، پس اسی طرح جو انسان آخرت میں کامیاب ہونا چاہتا ہے اُسے بھی موجودہ دور ہی کی جاری کتاب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت تک کے لئے رکھی گئی ہے صرف اُسے ہی پڑھ کر آخرت کی تیاری کرنی ہوگی اور قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کو اسی کے ذریعہ امتحان دینا ہوگا، یہ تو ہوئی اس کتاب کی مثال جو اولڈ ایڈیشن ہو، مگر جس کتاب میں تحریف کردی گئی، جس میں غلط باتیں ملادی گئیں اس کو تو کسی چیز کے سمجھنے کے لئے بھی

دیکھا نہیں جا سکتا، اس کے ذریعہ امتحان دینے کی بات تو دور کی ہے۔

سوال:۔ موجودہ زمانہ میں جن کتابوں کو اُن کے ماننے والے آسمانی کتاب کہتے ہیں ان میں اور قرآن مجید میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید میں اور موجودہ زمانے میں جو کتابیں آسمانی کتابوں کے نام سے مشہور ہیں ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے، وہ کتابیں اب اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں باقی نہیں رہیں، پچھلی آسمانی کتابیں جن جن زبانوں میں نازل ہوئی تھیں وہ زبانیں ہی دنیا میں موجود نہیں ہیں، ان زبانوں میں جو کتابیں نازل ہوئی تھیں ان کے صرف ترجمے بگڑی ہوئی تحریف شدہ حالت میں دوسری زبانوں میں موجود ہیں، مگر ان کی اصلی زبان دنیا سے گم ہوگئی ہے، لیکن قرآن مجید جس زبان اور جن الفاظ میں نازل ہوا وہی اصلی زبان، من وعن وہی الفاظ کے ساتھ اسی حالت میں موجود ہے، قرآن کریم کے بھی ترجمے دوسری زبانوں میں ہیں لیکن یہ ترجمے اصل زبان عربی کے ساتھ ہیں، قرآن کی زبان زندہ زبان ہے، قرآن کی زبان جاننے والے دنیا کے کئی ملکوں میں بڑی تعداد میں موجود ہیں، دنیا کی ہر آبادی میں قرآن کی زبان سیکھی اور سکھائی جاتی ہے، قرآنی الفاظ کے حافظ بھی بے شمار موجود ہیں، اور معانی و مضامین کی نگہداشت کرنے والے علماء بھی زمین کے ہر خطّے میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔

موجودہ زمانہ کی پچھلی آسمانی کتابوں میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا کلام، پیغمبر کا کلام، پیغمبر کے صحابہ کا کلام، بزرگوں کے واقعات، تفسیر اور فقہی مسائل، قوموں کی تاریخ، سب کچھ ایک ساتھ ملا ہوا ہے، یہاں تک کہ بداخلاقی وبے حیائی کی فحش باتیں بھی شامل کردی گئی ہیں، اور یہ جاننا بے حد مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام کونسا ہے؟ نبی اور ان کے صحابہ کا کلام کونسا ہے؟

قرآن مجید خالص اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، نبی کی تعلیمات حدیثوں کے نام سے الگ ہیں اور صحابہؓ کے اقوال الگ ہیں، فقہاء کے اقوال الگ ہیں اور مفسرین کے اقوال، خیالات وتحقیقات الگ ہیں، کوئی چیز مخلوط نہیں ہے، اس لئے کسی بھی انسان کو پڑھتے ہی یہ بات

آسانی سے معلوم ہو جاتی ہے کہ کونسا اللہ کا کلام ہے اور کونسا نبی کا کلام ہے، اور کونسی باتیں مفسرین کی تفسیر ہیں، اسلام کی پوری تاریخ بھی تاریخ اسلام کے نام سے علاحدہ ہے۔

غرض یہ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس اصل تورات اور انجیل اب موجود نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں، ان کے صرف ترجمے ہیں، جن کو ہر زمانہ میں تبدیلیوں اور تحریفات کے ساتھ شائع کیا جاتا رہا ہے، چنانچہ ان کتابوں کو کو پڑھنے سے آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتیں، خدائی کلام اور انسانی کلام کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہے۔

ایسی کوئی تعلیم جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی بندگی اور پرستش سکھاتی ہو اور کسی مخلوق کو بندگی کی حد سے آگے بڑھا کر خدائی مقام تک لے جاتی ہو؛ وہ ہر گز کسی پیغمبر کی دی ہوئی تعلیم نہیں ہو سکتی، جہاں کسی مذہبی کتاب میں یہ چیز نظر آئے سمجھ لو کہ یہ گمراہ کن لوگوں کی تحریفات کا نتیجہ ہے اور یہ خدا کی بات نہیں ہے۔

پچھلی کتابوں سے مراد وہ کتابیں ہیں جو پچھلے پیغمبروں پر نازل ہوئی تھیں، بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں تھیں اور سچی تھیں، لیکن وہ اب اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں ہیں، اپنی اصلی شکل میں باقی صرف اور صرف قرآن مجید ہی ہے، اس لئے تمام انسانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قرآن پر ایمان لائیں، اور تمام کتابوں کو چھوڑ کر صرف قرآن مجید کی پیروی کریں، قرآن مجید کے نازل ہو جانے کے بعد اب کسی دوسری کتاب کی ضرورت بھی نہیں ہے، پچھلی کتابوں پر ایمان صرف تصدیق کی حد تک ہے۔

سوال:۔ بعض لوگ تمام مذاہب کو سچا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ راستے الگ الگ ہیں، لیکن منزل تو ایک ہی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ یہ بات بہت بڑے دھوکہ، فریب اور گمراہی کی ہے، دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان میں صرف اسلام ہی سچا مذہب ہے، باقی تمام مذاہب غلط ہیں، اسلام میں اور دوسرے مذاہب میں اندھیرے اور اُجالے کا فرق ہے، سفید اور کالے کا فرق ہے، حق اور

سچ ایک ہی ہوتا ہے؛ کئی نہیں ہوتے، اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ سارے مذاہب سچے ہیں۔

بہت سے لوگ کم علمی اور گمراہی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ تمام مذاہب اللہ کو ہی مانتے اور اسی کی عبادت کی تعلیم دیتے ہیں، خالق کائنات کو کوئی کسی نام سے پکارتا ہے اور کوئی کسی اور نام سے پکارتا ہے، الفاظ اور طریقے کا فرق ہے، مقصد سب کا ایک ہی ہے، نیز سارے مذاہب اخلاقیات کی جو تعلیم دیتے ہیں وہ ایک ہی ہے، مثلاً چوری نہ کرنا، شراب نہ پینا، جوا نہ کھیلنا، قتل وخون نہ کرنا، جھوٹ نہ بولنا اور ظلم نہ کرنا وغیرہ، اس لئے تمام مذاہب سچے اور صحیح ہیں۔

لیکن یہ باتیں بالکل غلط ہیں، صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں، مذاہب دو طرح کے ہیں، کچھ مذاہب آسمانی ہیں اور کچھ مذاہب آسمانی نہیں ہیں؛ بلکہ لوگوں نے گھڑ لئے ہیں، جو مذاہب آسمانی نہیں ہیں ان کو ماننا حماقت ہے، کیونکہ انہیں اللہ نے نہیں بھیجا ہے، جو مذاہب آسمانی ہیں ان میں سے اسلام کے سوا بقیہ مذاہب منسوخ **Cancelled** ہیں، منسوخ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ مذاہب اپنی اصلی شکل میں محفوظ بھی نہیں ہیں، نیز اسلام کے علاوہ کسی مذہب میں (خواہ وہ منسوخ آسمانی مذہب ہو یا لوگوں کا خود ساختہ مذہب ہو) جامعیت اور صلاحیت نہیں ہے کہ وہ قیامت تک کے تمام لوگوں کی صحیح رہنمائی کر سکے، کیونکہ چند بنیادی اخلاقیات کی تعلیم کے سوا اُن کی کوئی تعلیم صحیح اور جاندار نہیں ہے، وہ عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کی جو کچھ تعلیم دیتے ہیں وہ یا تو سرے سے غلط ہے یا پھر ناقص اور نامکمل ہے، اور انسانی فطرت سے ہم آہنگ بھی نہیں ہے، جبکہ اسلامی تعلیمات انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں، اسلام میں توحید، رسالت اور آخرت کی جس طرح صاف ستھری تعلیم ہے ایسی صاف ستھری تعلیم کسی اور مذہب میں نہیں ہے، نہ توحید و رسالت کی اور نہ آخرت کی، اسلام کے سوا بقیہ تمام مذاہب مخلوقات کو بھی خدا کا درجہ دیتے ہیں، اس طرح خالق ومخلوق کے رشتے کو خلط ملط کر دیتے ہیں اور جو مذاہب تناسخ (آواگون) کے قائل ہیں ان کے یہاں آخرت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، اس لئے یہ بات

بالکل غلط ہے کہ سارے مذاہب سچے ہیں اور انسان کسی بھی مذہب کو اختیار کر کے زندگی گذار لے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضاء کی منزل ملے گی؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کے سوا کوئی مذہب نہ سچا ہے اور نہ قابل عمل ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ دین اسلام ہے، انسان اسلام کے سوا کسی بھی مذہب کو مانے گا تو وہ گھاٹے میں رہے گا، **اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ.** (اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے)۔

حاصل بحث:۔ اگر انسان پیدائشی طور پر جبراً ہدایت یافتہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کو اچھے اور بُرے کی اختیاری تمیز ہی نہ ہوتی، نہ اس کو اختیار و آزادی کی ضرورت ہوتی، نہ اس کو عقل وفہم کی صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے، نہ خواہشات کی ضرورت ہوتی، نہ اس کو کائنات کی چیزوں کو صحیح اور غلط استعمال کرنے کا حکم ہوتا، اور نہ دنیا میں صحیح اور غلط راستے رکھنے کی ضرورت ہوتی، اگر وہ پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا ہوتا تو یہ سب بے معنیٰ ہوجاتے، کیونکہ یہ ہدایت قدرت کی طرف سے جبراً ہوتی اور اختیار کی آزادی نہ ہوتی، جبکہ اختیار کی آزادی کی صورت میں اس کے صحیح استعمال سے انسان بلندترین مقامات تک پہنچ سکتا ہے، اس لئے اللہ نے انسان کے لئے جبری ہدایت کا طریقہ چھوڑ کر وحی اور رسالت کا طریقہ اختیار فرمایا؛ تاکہ انسان کی آزادی بھی برقرار رہے اور اس کے امتحان کا منشاء بھی پورا ہو، اور حق وباطل اور صحیح وغلط کو بھی اس کے سامنے واضح اور کھلے طور پر پیش کر دیا جائے۔

فرض کرو کہ انسانی عقل کی نشو ونما اور آبیاری وحی الٰہی کے پانی سے نہ ہو بلکہ اس کی نشو ونما خودرَو گھاس اور پودوں کی طرح ہو جن کے لئے کوئی اصول وضابطہ نہیں، تو اس میں شک نہیں کہ یہ عقل نہیں بلکہ جنون اور دیوانگی کہلانے کی مستحق ہوگی، جس کا نہ اللہ کے پاس اعتبار ہوگا اور نہ عام انسانوں کے نزدیک اس کا کوئی وزن، اگر اس قسم کی عقل مفید ہوتی تو آج وحی الٰہی سے محروم قوموں کی زندگیاں بے سکون اور بے راہ رَوی، شیطانیت اور حیوانیت کا شکار نہ ہوتیں، اور وہ دنیوی اعتبار سے پڑھے لکھے ہونے کے باوجود حقیقی تہذیب وتمدن سے ناآشنا نہ ہوتے۔

جس طرح انسانی جسم میں آنکھیں، بغیر سورج کی روشنی کے دیکھ نہیں پاتیں اور جیسے ہی باہر کی روشنی مددگار بنتی ہے، آنکھیں اپنا کام کرنا شروع کردیتی ہیں، اسی طرح عقل کا بھی یہی حال ہے، جب تک وحی الٰہی کی روشنی اور رہبری عقل کو نہیں ملتی عقل اپنا صحیح کام نہیں کرسکتی، وحی کے بغیر عقل گمراہی کا شکار رہتی ہے، عقل اپنا جوہر اور صلاحیت وحی الٰہی کے ذریعہ دکھا سکتی ہے، بغیر وحی کے وہ جنون اور دیوانگی میں مبتلا ہوجاتی ہے اور احمقانہ حرکتیں و بیوقوفی کے کام کرتی رہتی ہے، چنانچہ جو لوگ وحی کو چھوڑ کر عقل کی مدد سے دنیا کا علم حاصل کرلیتے ہیں تو وہ دنیا کے علم سے بظاہر کچھ اپنے ظاہر کو تو سنوار لیتے ہیں مگر قلب کی اور باطن کی صفائی نہیں کرسکتے، اور نہ دنیا کے علم سے صحیح اور کامیاب زندگی گذارنے کا طریقہ سیکھ سکتے ہیں، صرف عقل پر بھروسہ کرنے والے دنیا کے علم سے دنیا کی طاقت تو حاصل کرلیتے ہیں مگر روحانی طاقت سے محروم رہتے ہیں۔

دوسری قوموں میں جس چیز کو مذہب کا نام دیا گیا ہے وہ مذہب نہیں، مذہب کی بگڑی ہوئی شکل یا انسان کا بنایا ہوا من گھڑت اصول ہے، جس میں روحانیت کا کوئی پیغام ہی نہیں، صحیح مذہب کا فطرت سے اور عقل سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا، انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی انسان وحی و رسالت کے فیض سے محروم رہا تو انسانیت بنجر ہوگئی، عقیدہ و اخلاق اور فکر میں خاردار جھاڑیوں کے سوا کچھ نہ لگا، اور جب بھی انسان وحی الٰہی سے فیض یاب ہوا گلشنِ انسانیت لہلہا اُٹھی، جاہلیت کی جگہ علم، ظلم کی جگہ انصاف، فسق و فجور کی جگہ اطاعت و فرمانبرداری، اخلاق رذیلہ کی جگہ اخلاق حسنہ نے لے لی، چنانچہ ہر زمانہ میں انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے وحی الٰہی کا نزول ہوتا رہا اور وحی نے انہی لوگوں کو اپنے اطراف سمیٹا جو دنیا پرست اور خواہش نفس کے بندے نہ تھے، جو اچھائی کو گلے لگاتے اور برائی سے دور بھاگتے تھے، وحی الٰہی انسانوں کی زندگی کے لئے ایسے ہی ضروری ہے جیسے سانس کی نالی میں ہوا کی آمد و رفت، جس طرح ہوا کے نہ آنے سے انسان مردہ بن جاتا ہے اسی طرح وحی سے دوری کی وجہ سے انسان بے جان لاش کی مانند ہوجاتا ہے، پچھلے زمانے میں بار بار ایسا ہوا

کہ آسمانی کتاب کی حامل قوموں نے اپنی کتاب کو ضائع کیا، اس لئے بار بار نبی آئے تا کہ آسمانی تعلیمات زندہ اور صحیح رہیں، آخر میں قیامت تک کے لئے آخری وحی الٰہی کی شکل میں قرآن مجید نازل کیا گیا جو قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کا سامان ہے، قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان پر قرآن کے الفاظ اور حدیث کے الفاظ آئے، مگر دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

دنیا کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ اخلاقی گراوٹ میں کوئی قوم تھی تو وہ عرب کی قوم تھی، مگر جب وہی قوم قرآن سے قریب آئی تو دنیا والوں کے لئے مثال اور نمونہ بن گئی، اب قیامت تک ان کی زندگی، ان کی حکومت، ان کا معاشرہ، ان کی سیاست، ان کے اخلاق، ان کا انصاف اور ان کا اتحاد و اتفاق سب کچھ دنیا والوں کے لئے مثال اور نمونہ بن گیا، یہ صرف اور صرف قرآن مجید ہی کا کمال ہے۔

موجودہ زمانہ میں اس کتاب سے ہدایت ورہنمائی حاصل کرنے کا تصور ہی گم ہو کر رہ گیا ہے، لوگ برائے نام اس پر ایمان رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس پر عمل کرنے کو اہمیت نہیں دیتے، قانون خداوندی کی جگہ غیروں کے قانون کو پسند کیا جاتا ہے، قرآن مجید سے ہدایت ورہنمائی حاصل کرنے کے لئے حسب ذیل حقوق کو ادا کرنا ہوگا تب ہی اُس سے ہدایت ورہنمائی حاصل ہوسکتی ہے، اس کے حقوق ادا کئے بغیر انسان اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل نہیں کرسکتا اور نہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور انعامات کا مستحق بن سکتا ہے اور نہ دنیا میں کامیاب زندگی گذار سکتا ہے، حقوق یہ ہیں:

(۱) قرآن مجید پر صحیح طریقہ سے ایمان لایا جائے:۔ مسلمانوں کی کثیر تعداد قرآن پر ایمان ہی صحیح طریقے پر نہیں رکھتی، باپ دادا کی اندھی تقلید میں صرف تقلیدی طور پر اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتی ہے اور تعجب وافسوس کی بات ہے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام مان کر بھی توحید اور شرک میں فرق ہی نہیں رکھتی، شرکیہ عقائد واعمال کے ساتھ زندگی گذار رہی ہے اور کئی کئی فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئی ہے۔

ذرا غور کیجئے! ایمان کس چیز کا نام ہے؟ ایمان دراصل زبانی اقرار کے ساتھ ساتھ دل کے یقین کی کیفیت کا نام ہے، دل میں جتنا زیادہ یقین پختہ اور مضبوط ہوگا، عمل بھی اسی کے مطابق ہوگا، مثلاً آپ کسی کمرہ میں رات گذارنا چاہتے ہوں اور کوئی آکر آپ کو یہ اطلاع دے کہ اس کمرے میں جو سوراخ ہے اس میں سانپ موجود ہے، تو آپ اس اطلاع پر دل میں سانپ کی موجودگی کا یقین اتنا زیادہ پیدا کرلیں گے کہ وہ عین الیقین اور حق الیقین کی کیفیت میں بدل جائے گا، حالانکہ آپ نے آنکھوں سے سانپ کو دیکھا ہی نہیں، مگر یہ اطلاع آپ کو آنکھوں سے بھی ہزاروں گنا زیادہ دیکھنے کی ہوجائے گی، اور آپ کا یہ یقین اتنا زیادہ مضبوط اور قوی ہوجائے گا کہ آپ کمرے میں رات گذارنا تو دور کی بات ہے اس کمرے میں بیٹھنے اُٹھنے لیٹنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں گے، اس کے برعکس اگر کسی انسان کو سانپ کے ہونے کا علم ہوجانے کے باوجود اگر وہ اس کمرے میں بیٹھا، لیٹا ہوا رہے تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اس کو سانپ کے ہونے کا یقین نہیں، (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں) ایسا بہت کم ہوتا ہے، سانپ کی موجودگی کی اطلاع پر ہی لوگ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، سانپ کی اطلاع کا اتنا مضبوط اور پختہ یقین کہ احتیاط اور بچنا شروع ہوجاتا ہے اور اس مقام سے دور رہا جاتا ہے۔

مگر ذرا غور کیجئے کہ وحی الٰہی کی باتوں پر ہمارا دلی یقین کتنا مضبوط اور قوی ہے؟ ہم اس کی کتنی باتوں کو دل کے یقین کے ساتھ سچ مانتے ہیں اور اگر واقعی مانتے تو سوچئے کہ اس کی حرام کردہ چیزوں سے حقیقت میں کتنی دور رہتے؟ اور جہنم کے راستے سے کتنا بھاگتے؟ ہم تو قرآن مجید پر ایمان کا دعویٰ رکھنے کے باوجود جہنم کے راستے اور جہنم والے اعمال کے قریب بیٹھتے، اُٹھتے اور چمٹے رہتے ہیں، ایک کمرے میں سانپ کے کاٹنے اور دور رہنے کا تو احساس فوراً پیدا ہوجاتا ہے، مگر قرآن مجید پر ایمان کے باوجود اس کی حرام کردہ چیزوں سے دور رہنے اور جہنم والے اعمال سے بچنے اور جہنم میں سزاء پانے کا یقین ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، کیا ہم اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور قرآن مجید کی باتوں

کا اتنا یقین کرتے ہیں جتنا کم سے کم ریڈیو اور ٹی وی کی خبروں کا کرتے ہیں؟ اگر کرتے تو واقعی ہماری زندگی جنت والی ہو جاتی، جس طرح سانپ کے ڈسنے سے دور رہنے کا احساس پیدا ہوتا ہے؛ قرآن مجید پر ایمان کے بعد کم از کم گناہوں سے بچنے کا اتنا بھی احساس پیدا ہو جائے تو ہم انشاء اللہ کامیاب ہو جائیں گے۔

اس لئے ہمیں اپنے ایمان کا جائزہ لینا ہوگا کہ کیا ہم واقعی قرآن مجید پر حقیقت میں صحیح طریقہ سے ایمان رکھتے ہیں یا بس رسمی اور بے شعوری والا ایمان رکھتے ہیں؟ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اس آخری وحی پر صحیح ایمان لائیں گے تو ہمارے اندر دلوں کے یقین کی کیفیت عین الیقین اور حق الیقین کی شکل اختیار کرے گی اور پھر زندگی کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کا خیال کر کے زندگی گذاریں گے، قرآن مجید کو نسلی وخاندانی طور پر نہیں بلکہ شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام مان کر ایمان لایا جائے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی طرح اس پر ایمان رکھا جائے تب ہی ایمان صحیح ہوگا۔

(۲) قرآن مجید کو صحیح پڑھا جائے:۔ الحمدللہ اس حق کو ادا کرنے کے لئے موجودہ زمانہ میں تجوید پر زیادہ زور دیا جارہا ہے اور صحیح طریقہ پر پڑھنے کی محنت کی جارہی ہے اور تمام حقوق میں یہی ایک حق زیادہ ادا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہئے، لیکن غیر مشروع راگ و نغمے سے بچنا ضروری ہوگا۔

(۳) قرآن مجید کو صحیح سمجھا جائے:۔ مسلمانوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان کی اکثریت قرآن مجید کو بغیر سمجھے بس پڑھنے کی عادی ہے، عوام تو عوام حفاظ بھی بغیر سمجھے اس کی تلاوت طوطے کی طرح کرتے رہتے ہیں، ان کو بھی چھوٹی چھوٹی سورتوں کا معنیٰ ومطلب معلوم نہیں رہتا، کبھی معنیٰ ومطلب معلوم کرنے کے لئے وقت بھی نہیں نکالتے ہیں اور جو بچے عربی مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ عربی زبان میں بات کرنا ہی نہیں جانتے۔

فرض کیجئے اگر ایک باپ اپنی اولاد کو انگریزی میں خط لکھے اور بچے انگریزی صرف

پڑھنا جانتے ہوں؛ سمجھ نہیں سکتے تو وہ باپ کے خط سے فائدہ کیسے اٹھائیں گے؟ اگر وہ خط کو زبانی یاد بھی کرلیں اور ایک دو نہیں سو بار بھی پڑھتے رہیں گے تو بھی باپ کی ہدایت و رہنمائی کو نہیں سمجھ سکیں گے، وہ خط ان کو فائدہ نہیں دے گا، بغیر سمجھے پڑھتے رہنے سے ان کو خط سے ہدایت نہیں ملے گی؟ بلکہ خط کو بھیجنے کا مقصد بھی فوت ہو جائے گا۔

خط تو اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ سمجھ کر پڑھا جائے اور اس کے پیغام کو سمجھا جائے، (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں) اسی طرح انسانوں کا خالق و پروردگار اپنے بندوں کے نام عربی زبان میں اپنا پیغام بھیج کر وہ اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کرنا چاہتا ہے، اب اگر ایک انسان عربی زبان پڑھنا تو سیکھ لے مگر وہ عربی زبان سمجھتا نہیں اور نہ اس کا ترجمہ پڑھتا ہے اور نہ اس کے سمجھانے والوں کی محفلوں میں بیٹھتا ہے تو وہ اپنے مالک کے پیغام کو کیسے سمجھے گا؟ اور اس سے فائدہ کیسے اُٹھائے گا؟ ایک دو نہیں ہزار بار بھی پڑھتا رہے گا تو کلام کے پڑھنے کا ثواب تو ضرور پائے گا مگر اپنے مالک کی ہدایات و رہنمائی کو سمجھ نہیں سکے گا اور بغیر سمجھے پڑھتے رہنے سے اس کو ہدایت کبھی نہیں ملے گی، اور ہدایت کو بھیجنے کا مقصد بھی فوت ہو جائے گا۔

یہ بات مشہور ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے، مگر دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم کوئی کتاب ہے تو وہ قرآن مجید ہی ہے، اس لئے کہ اس کو سمجھے بغیر پڑھا جاتا ہے اور بہت کم سمجھا جاتا ہے، اس کو بغیر سمجھے پڑھنے کے لئے نازل نہیں کیا گیا، چنانچہ اس کو سمجھ کر نہ پڑھنے کا نقصان یہ ہوا کہ ایک انسان پر ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود صحیح معنیٰ میں مسلمان نہیں بن پا رہا ہے اور فرقوں اور گرہوں میں بٹ گیا ہے، چنانچہ اس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مسلمانوں کی کثیر تعداد بے شعور ہی بے شعور ہے، ان میں اسلام کا کچھ بھی شعور نہیں، ان کے جسموں کا نام مسلمان ہے، پھر ایک بار یاد رکھئے کہ اس کو سمجھے بغیر انسانوں کو ہدایت نہیں ملے گی، اس کو نازل ہی اس واسطے کیا گیا ہے کہ بندے اس کو سمجھ کر پڑھیں اور اُس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کریں، مگر ایک کثیر تعداد

اس کو صرف ثواب اور رسم ادا کرنے کے لئے پڑھتی ہے اوران کے پاس اس سے ہدایت حاصل کرنے کا تصور ہی نہیں، اس کو تو زندہ انسانوں میں جان ڈالنے کے لئے نازل کیا گیا تھا، مگر اس کو صرف مردہ انسانوں کی روح کو نکالنے اور جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈوں کے لئے اور برکت کے لئے اور قسم کھانے اور جلسوں میں تبرک کے طور پر پڑھنے کے لئے اور کرایہ کے ایصال ثواب کی محفلوں میں مردوں کو ثواب دلانے والی کتاب بنادیا گیا ہے، سینکڑوں مسلمانوں کو سورۃ الفیل سے سورۃ الناس تک دس سورتیں یاد رہتی ہیں، وہ یہ دس سورتیں اور سورۂ فاتحہ بار بار نماز میں پڑھتے بھی رہتے ہیں، مگر ان کو اس کا معنیٰ ومطلب ہی نہیں معلوم رہتا، جہاں قرآن مجید کے دُروس ہوتے ہیں بہت کم تعداد شریک ہوتی ہے، کیونکہ دُروس میں تو وہ آدمی شریک ہو سکے گا جو اپنے آپ کو ہدایت کا محتاج سمجھے اور قرآن مجید کے معنیٰ و مطلب اور ہدایات وتعلیمات جاننے کا شدت سے احساس رکھتا ہو، جو اپنے آپ کو محتاجِ ہدایت ہی نہیں سمجھتا؛ ظاہر بات ہے کہ وہ قرآن کے دروس میں شرکت نہیں کرے گا، وہ صرف چومنے اور آنکھوں کو لگانے اور سر پر رکھنے کی حد تک ہی احترام کرے گا، دنیا کی کوئی کتاب بغیر سمجھے پڑھی نہیں جاتی، مگر اللہ کا یہ کلام بغیر سمجھے صرف ثواب کی نیت سے پڑھا جاتا ہے، چونکہ نیت صرف ثواب کی ہے اس لئے اتنا ہی فائدہ ہوگا، ہدایت کی نیت ہی نہیں، اگر ہدایت کی نیت ہو تو ہدایت بھی ملے گی، اس لئے یہ تیسرا حق نہیں ادا کرنے کے برابر ہے۔

(۴) قرآن مجید پر عمل کیا جائے:۔ قرآن مجید کو اس لئے نہیں نازل کیا گیا کہ اس کو صرف زبانی مان لیا جائے بلکہ اس کو نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی دنیا کی زندگی اسی کے مطابق گذارے اور دنیا میں اسی کے احکام کو نافذ کرے، دنیا کی اس زندگی میں مختلف حالات پر وہی انسان اللہ تعالیٰ کی صحیح بندگی اور غلامی کرسکتا ہے، جو اس پر ایمان لاکر عمل کرے، بغیر علم کے عمل کرنا گمراہی کی طرف لے جاتا ہے، چنانچہ اس کو نہ سمجھنے کا یہ نتیجہ نکل رہا ہے کہ اکثر مسلمان اسلام کے نام پر صحیح اور غلط دونوں قسم کے اعمال میں گرفتار ہیں اور دونوں کو خلط ملط کر کے اسلام کی غلط شکل پیش کر رہے ہیں، دنیا کی زندگی کو کامیابی کے

ساتھ گذارنے کے لئے اس کتاب پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے۔

مگر اس کتاب پر عمل کرنے کی کچھ مثال مسلمانوں کی ایسی ہے جیسے ایک بادشاہ کے ساتھ اس کے درباریوں کا سلوک، (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں) بادشاہ کا حکم ہے کہ اس کے تمام درباری ہر روز دربار میں آ کر پانچ مرتبہ سلامی دیں اور اس کے احکام وقوانین پر عمل کرنے کا عہد واقرار کریں، اور اپنی نافرمانیوں پر معافی مانگیں، اب کچھ درباری ایسے ہیں جو ہر روز پابندی کے ساتھ پانچ مرتبہ دربار میں آتے ہیں اور بادشاہ کو سلامی دیتے ہیں اور اس کے احکام طوطے کی طرح بغیر سمجھے پڑھتے رہتے ہیں اور اسی کو وفاداری سمجھتے ہیں، بادشاہ کہتا ہے کہ میری رعایا کے پاس جاؤ اور ان کو میرے احکام سناؤ اور احکام پر عمل کر کے میری رعایا کے سامنے میری اطاعت وفرمانبرداری کا نمونہ اور مثال بنو، اور ان کو بھی میری اطاعت وفرمانبرداری کی دعوت دو اور میرے احکام سے انہیں واقف کراؤ، مگر وہ درباری بس ہر روز پانچ مرتبہ دربار میں آتے ہیں اور بادشاہ کے احکام پڑھتے اور سلامی دے کر چلے جاتے ہیں اور دربار سے باہر نکلتے ہی کچھ احکام جو آسان ہوتے ہیں انہیں پر عمل کرتے ہیں اور باقی احکام کو بالائے طاق رکھ کر زندگی گذارتے ہیں، کبھی نہ رعایا کو بادشاہ کے احکام سناتے ہیں اور نہ ان کو بادشاہ کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہیں اور نہ خود رعایا کے سامنے بادشاہ کی اطاعت کر کے نمونہ اور مثال بنتے ہیں، ان کے نزدیک سلامی دینا ہی اطاعت کا تصور رہتا ہے۔

کچھ درباری ہفتہ میں ایک دن ایک وقت نہا دھو کر صاف کپڑے پہن کر سلامی دینے دربار میں آتے ہیں اور پھر سلامی دے کر احکام پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور پھر دربار سے باہر نکل کر ہفتہ کے باقی دنوں میں بادشاہ کے احکام کے خلاف چلتے ہیں اور باغی انسانوں کی طرح زندگی گذارتے ہیں، بادشاہ کی وفاداری کا زبانی اظہار کرتے ہیں اور اسی نسبت سے پورے فائدے اٹھانا چاہتے ہیں، بہت کم درباری ایسے ہوتے ہیں جو سلامی کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے احکام پر عمل کر کے رعایا کو بھی بادشاہ کی اطاعت و

فرمانبراری کی دعوت دیتے ہیں۔

بادشاہ بعض درباریوں کو اپنے ملک کے مختلف حصوں میں حاکم اور گورنر بناتا ہے تو یہ لوگ وہاں بادشاہ کا قانون نافذ کرنے کے بجائے اپنا بنایا ہوا قانون یا دشمنوں کا بنایا ہوا قانون نافذ کر کے حکومت چلاتے ہیں اور پھر بادشاہ کا وفادار ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔

بالکل اسی طرح بہت سارے لوگ صرف جسموں کے نام سے مسلمان بنے رہتے ہیں اور دنیا کے دوسرے انسانوں کی طرح وہ بھی اللہ کو مانتے ہیں مگر پہچانتے نہیں، وہ یا تو جمعہ کے دن یا رمضان میں یا نام سے یا عیدین میں مسلمان نظر آتے ہیں، باقی دنوں میں وہ اسلام سے دور رہتے ہیں اور جو لوگ کسی حد تک دین کی پابندی کرتے ہیں ان کی بے شعوری کا حال بس یہ ہے کہ وہ ایک مشینی انسان یعنی روبوٹ کی طرح ہوتے ہیں، جس طرح روبوٹ شعور وفہم سے خالی ہوتا ہے، مگر مختلف کام کرتا ہے، بالکل اسی طرح اکثر مسلمان نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج تو ادا کرتے رہتے ہیں مگر توحید اور شرک میں فرق ہی نہیں رکھتے اور نہ حرام وحلال کی تمیز ہی رکھتے ہیں، وہ مقصد زندگی کو جانے بغیر اور اللہ تعالیٰ کو صحیح پہچانے بغیر دین کے کچھ حصہ کی پابندی کرتے رہتے ہیں، اور قرآن مجید کی ہر روز پارہ دو پارے پابندی کے ساتھ تلاوت کرنے کے باوجود قرآن مجید ہی کے خلاف زندگی گذارتے ہیں، یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے صحیح پہچاننا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان حاصل کئے بغیر اعمال صالحہ کرتے رہیں گے تو وہ ایمان میسر نہیں اور وہ سارے اعمالِ صالحہ ضائع و برباد ہو سکتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور پہچان صرف قرآن مجید ہی سے ہو سکتی ہے، اب اگر ایک انسان قرآن مجید ہی کو نہ سمجھے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کیا نصب ہوگی؟ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں مسلمان ایمان کا دعویٰ کر کے شرک میں بھی مبتلا ہیں۔

(۵) اپنی اپنی استطاعت کے مطابق دوسروں تک پہنچایا جائے:۔ قیامت تک اب کوئی پیغمبر آنے والا نہیں ہے، اس لئے ایمان والوں پر ضروری ہے کہ وہ حضرت محمد صلی

اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ بن کر اپنی اپنی استطاعت کے مطابق دوسروں تک قرآن مجید کے پیغام کو پہچائیں اور قرآن مجید کی چلتی پھرتی مثال بن کر دوسروں کو اسلام کے سمجھنے قبول کرنے میں آسانی پیدا کریں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیا کی بہترین امت بنایا اور سارے عالم کے سدھار کی ذمہ داری عطا کی، اس لئے ان کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ بن کر دنیا میں زندگی گذارنا ہے، گویا وہ دنیا کے انسانوں کے لئے استاد اور ڈاکٹر کی حیثیت رکھتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ اگر آپ کو حکومت کی طرف سے کسی دواخانے میں پاگل مریضوں کا علاج کرنے کے لئے ڈاکٹر بنا کر رکھا جائے اور اگر کوئی پاگل مریض آپ پر پیشاب کردے تو کیا آپ ڈاکٹر ہونے کے ناطے اس کا گلہ پکڑ کر لڑنے بیٹھ جائیں گے؟ کیا اس کی پٹائی کریں گے؟ یا اس کو صحتمند بنانے کی فکر کریں گے؟ دنیا کے کسی دواخانے میں ہم نے کسی بھی ڈاکٹر کو مریض سے لڑتا ہوا نہیں دیکھا، مگر ہمارا حال بھی عجیب ہے، اپنے مدعو سے لڑائی جھگڑے میں مصروف ہو گئے ہیں۔

ہماری مثال تاجر کی سی ہے، تاجر ہمیشہ اپنا مال فروخت کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور گاہک سے عاجزی اور منت وسماجت سے پیش آتا ہے، کوئی تاجر کسی گاہک سے لڑائی جھگڑا کرے تو وہ بیوقوف بھی ہے اور اپنا نقصان بھی کر رہا ہے، دنیا کی تجارت میں تو ہم گاہک کو برداشت کرتے ہیں، مگر آخرت کی تجارت میں ہم اپنے گاہک سے لڑ رہے ہیں اور اسی طرح کا پاگل پن کر رہے ہیں، یہ شیطانی دھوکہ اور فریب ہے، جو ہم کو اس عمل میں مبتلا کیا ہوا ہے، دنیا میں کسی بھی ڈاکٹر کو مریض سے نفرت نہیں ہوتی، وہ صرف مرض سے نفرت کرتا ہے، اگر ڈاکٹر کو مرض اور مریض دونوں سے نفرت ہو جائے تو وہ ناکام اور بیوقوف ڈاکٹر ہے، اس کا ڈاکٹر ہونا بیکار ہے، ہم سب سے اچھی اُمّت ہوتے ہوئے سب سے خراب کام کیسے کر سکتے ہیں؟ ہمیں تو سب سے اعلیٰ اوصاف کا حامل ہونا چاہئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی کو ظاہر کرنا چاہئے، دنیا کی قومیں قرآن مجید پڑھنے سے پہلے مسلمانوں کو اور مسلمانوں کی زندگی کو پڑھے گی، یہ بات سمجھ دار اور دین سے درد رکھنے والوں ہی کو سمجھ میں آسکتی ہے۔

مذہب کی ضرورت کیوں ہے؟

انسان کو مذہب کی ضرورت حسب ذیل چار وجوہات کی وجہ سے ہے:

پہلی وجہِ ضرورت:۔ دنیا میں انسان کو خدا سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتا، اس لئے فطری طور پر وہ کچھ سوالات اپنے ذہن میں پاتا ہے کہ یہ کائنات کس کی ہے؟ اس کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا کون ہے؟ ایک ہے یا ایک سے زیادہ؟ کائنات کی تمام مخلوقات کس کے لئے پیدا کی گئی ہیں؟ اور ان پر حقیقی حکومت کس کی ہے اور وہ کس کی اطاعت کر رہی ہے؟ آخر کائنات کے پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے اور کائنات میں انسان کا مقام اور مرتبہ کیا ہے؟ اور انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ وہ کہاں سے آ رہا ہے؟ کیا دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے یا دنیا کے بعد بھی کوئی زندگی ہے؟ ہر روز انسان مر کر کہاں غائب ہو رہے ہیں؟ آخرت کیا ہے اور کیوں رکھی گئی ہے؟ دنیا میں کامیابی کا راستہ کونسا ہے؟ ہدایت حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ وغیرہ یہ تمام سوالات ایسے ہیں جن کے جوابات انسان کو نہ اس کی عقل سے مل سکتے ہیں اور نہ دنیوی مدرسہ، کالج اور یونیورسٹی سے اور نہ سائنس ان سوالات کے جوابات دے سکتی ہے، یہ تمام سوالات صرف آسمانی مذہب ہی سے سمجھا جاسکتا ہے، اور آسمانی مذہب نہ ہوتو انسان کو ان سوالات کے جوابات نہیں مل سکتے، اسی لئے انسان کو مذہب کی سخت ضرورت ہے۔

دوسری وجہِ ضرورت:۔ انسان کو اپنی دنیوی زندگی صحیح مقصد کے تحت گذارنا ہے اور زندگی گذارتے وقت مختلف حالات سے گذرنا ہے، اب ان تمام حالات میں اعتدال پر قائم رہنے اور زندگی کو گناہوں سے بچا کر مقصد کے تحت چلانے کے لئے ایک صحیح اور مضبوط سہارا ہونا بہت ضروری تھا؛ تاکہ انسان اسی سہارے کے بل بوتے پر ہر حالت میں ہمت وحوصلہ اور امید وخوف کے سہارے زندگی گذار سکے، اور بزدلی، ناامیدی ومایوسی اور ناشکری سے دور رہے، غور کیجئے کہ انسان کو مضبوط سہارا صرف صحیح عقیدہ اور صحیح فکر (ایمان)

ہی سے مل سکتا ہے، اور ایمان ہی انسان کی زندگی کے ہر قسم پر مضبوط سہارا بنتا ہے اور ہمت دلاتا ہے، اور مخلوقات کی غلامی سے بچاتا ہے، اگر آسمانی مذہب نہ ہوتو انسان کو ایمان کی دولت نصیب نہیں ہوسکتی تھی۔

اگر انسان کے پاس مضبوط اور صحیح ایمان ہوتو ناکام ہونے اور نفع نہ ملنے بلکہ نقصان ہونے کے باوجود ہمت نہیں ہارتا، اور بڑی سے بڑی آفت اور پریشانی کو اسی ایمان کی وجہ سے آسانی سے برداشت کرتا ہے اور مخلوقات سے نہیں ڈرتا اور نہ ان سے نفع ونقصان کی امید رکھتا ہے، اسی عقیدۂ ایمان کی بدولت انسان اپنے مالک کو پہچانتا اور اس تک رسائی حاصل کرتا ہے اور اس کی سزاء اور پکڑ کے خوف سے ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے دور رہتا ہے، اسی سہارے کی وجہ سے وہ ہر ضرورت اور ہر قدم پر مخلوقات سے کٹ کر خالق ومالک کا ہوجاتا ہے اور ہر اچھے کام پر اجر وثواب اور بُرے کام پر جواب دہی کا احساس اس میں زندہ رہتا ہے۔

تیسری وجہِ ضرورت:۔ انسان کے پاس دو چیزیں ہیں، ایک جسم' دوسری روح، جس طرح جسم مادّی ضرورتیں رکھتا ہے اسی طرح روح روحانی ضرورتیں رکھتی ہے، جسم کی پرورش اور اس کی نشو ونما کے لئے زمین اور زمین سے نکلنے والی بہت ساری چیزوں سے انتظام کیا گیا، اس لئے روح کے تقاضوں کو بھی پورا کرنے کا انتظام کیا جانا ضروری تھا، اور روحانی تقاضے پورا کرنے کا طریقہ نہ انسان کی عقل بتلاسکتی ہے اور نہ دنیا کا کوئی قانون اور اسکول، روح کے تقاضے صرف آسمانی مذہب ہی سمجھا سکتا ہے، مذہب نہ ہوتو روحانی تقاضے پورے نہیں ہوسکتے، اسی لئے انسان کو مذہب کی سخت ضرورت ہے، اگر دنیا میں صرف جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے کا انتظام ہوتا اور روحانیت کی تربیت کا کوئی انتظام نہ ہوتا تو انسان کی زندگی ناکارہ اور نامکمل رہتی اور اس کا جسم تو تندرست وتوانا ہوجاتا، لیکن روح مردہ اور بیمار ہوجاتی، اس لئے آسمانی مذہب کے ذریعہ اس کی روح کی تربیت و پرورش کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔

چوتھی وجہِ ضرورت:۔ انسان اور جنات کے علاوہ باقی مخلوقات بغیر کسی بیرونی

تربیت ورہنمائی کے اپنی اپنی زندگی کے اصول اور ضابطے جانتے ہیں اور اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہی ہیں، اور بیرونی تربیت ورہنمائی کی محتاج نہیں، انسان اور جن کا معاملہ دوسری مخلوقات سے الگ ہے، دوسری مخلوقات کی طرح ہر قسم کا علم ان کے اندر ودیعت کر کے نہیں رکھا گیا بلکہ ان کو اپنی زندگی صحیح راستے پر گذارنے اور اپنی ذمہ داریاں صحیح ادا کرنے کے لئے بیرون سے تربیت ورہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے اور تربیت و رہنمائی ان کی فطرت کے عین مطابق ہو، انہیں باقاعدہ صحیح وغلط راستے کی تعلیم دی جائے اور حرام وحلال کا احساس دلایا جائے اور جائز وناجائز کی تمیز پیدا کرائی جائے، ہر کام میں انہیں نیکی وبدی معلوم ہو، یہ کام صرف عقل سے نہیں لیا جاسکتا اور نہ عقل انسان کو کوئی صحیح ضابطہ اور قانون زندگی بنا کر دے سکتی ہے، تاریخ گواہ ہے کہ جب انسانوں نے محض اپنی عقل کی مدد سے زندگی کے لئے قانون وضابطہ بنایا تو وہ گمراہی اور پریشانی کا شکار ہوگئے، ان کی زندگی ان کا معاشرہ ان کی سیاست ان کی حکومت شر ہی شر کا شکار ہوگئی اور وہ انسانوں کو تکلیف میں مبتلا کئے۔

اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ انسان کو زندگی کا صحیح ضابطہ اور مفید قانون اور اس کی روح کی تربیت کا سامان صرف آسمانی مذہب ہی دے سکتا ہے، مذہب ہی کے ذریعہ اس کو زندگی گذارنے کے فطری اصول وآداب اور ضوابط وقوانین مل سکتے ہیں، اگر آسمانی مذہب نہ ہوتا تو انسان کو فطری ضابطے وقوانین مل ہی نہیں پاتے، چنانچہ ہر زمانہ میں جو بھی پیغمبر آسمانی مذہب لے کر آئے ان کی تعلیمات میں پختہ ایمان کی تعلیم بھی تھی اور ساتھ ہی ساتھ زندگی گذارنے کے فطری اصول وقواعد اور قوانین بھی تھے اور روح کی تربیت کا طریقہ بھی، اس تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کو مذہب کی ضرورت چار وجوہات کی وجہ سے ہے:

(۱) خالق اور مخلوقات کا صحیح تعارف حاصل کرنے اور زندگی کو بامقصد گذارنے کے لئے۔

(۲) زندگی گذارنے کے لئے پختہ اور مضبوط سہارا حاصل کرنے کے لئے۔

(۳) جسم کے ساتھ ساتھ روح کی تربیت کا طریقہ معلوم کرنے کے لئے۔

(۴) زندگی کا فطری ضابطہ اور قانونِ حیات معلوم کرنے کے لئے۔

پہلی اور دوسری ضرورت پوری ہوتی ہے ایمان سے، تیسری اور چوتھی ضرورت پوری ہوتی ہے اسلام سے، یعنی عقیدۂ ایمان کا تعلق کلمہ طیبہ کے پہلے حصہ **لَا اللہ الّا اللّٰہ** سے ہے اور اسلام یعنی زندگی کے ضابطہ اور قانون روح کی تربیت کا طریقہ کار کلمہ کے دوسرے حصہ **محمدٌ رسولُ اللّٰہ** سے ہے۔

مذہب یقیناً بے معنیٰ ہے جو انسان کو ان چاروں چیزوں کی رہنمائی نہیں کرتا، جس مذہب میں یہ چار چیزیں مکمل نہیں اُسے مذہب (دین) کہنا درست نہیں، آسمانی مذہب کی اصلی پہچان یہ ہے کہ اس میں یہ چاروں چیزیں مکمل حالت میں موجود ہوں، مذہب کا اصل کام انسان کو دنیا میں کامیاب زندگی گذارنے اور مرنے کے بعد والی زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے تیار کرانا ہے، جو مذہب یہ کام نہیں کرتا وہ مذہب نہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف دین اسلام ہے، **انّ الدِّینَ عندَ اللّٰہِ الِاسلامُ**، موجودہ زمانہ میں جو لوگ بھی دین اسلام سے ہٹ کر زندگی گذار رہے ہیں وہ تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ ہونے کے باوجود انتہائی پستی و گمراہی اور سکون سے دور زندگی گذار رہے ہیں، یونیورسٹیوں میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرنے کے باوجود جہالت اور اندھیروں میں پھنسے ہوئے ہیں۔

سوال:۔ مذہب کی ابتداء کب سے ہوئی؟

جواب:۔ دنیا میں جب سے انسان آباد ہے تب سے مذہب ہے، تمام انسانوں کے ماں باپ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ یہ ہدایت دی ہے کہ ان کو ان کی اولاد کو زمین میں کیسے رہنا ہے؟ ابتداء کے انسان جہالت اور اندھیرے کی حالت میں پیدا نہیں ہوئے تھے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ان کی زندگی کا آغاز پوری روشنی اور ہدایت میں کیا تھا اور وہ حقیقت سے واقف تھے، ان کے پاس پختہ اور مضبوط عقیدہ ایمان بھی تھا اور ان کو قانون حیات سے بھی پوری طرح واقف کرادیا گیا تھا، ان کا طریقہ زندگی صرف خدائے واحد کی اطاعت یعنی اسلام ہی تھا اور انہوں نے اپنی

اولاد کو اسی دین اسلام کی تلقین کی کہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرمانبردار (مسلم) بندے بن کر رہیں، مگر بعد کے لوگوں نے مذہب کی شکل کو بگاڑ دیا اور صرف ایک سچے آسمانی مذہب کے مقابلے کئی باطل مذاہب بنالئے، چنانچہ ہر زمانہ میں مختلف پیغمبر اور آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آسمانی مذہب لے کر آئے وہ صرف دین اسلام ہی تھا، ہے اور قیامت تک رہے گا، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک ہی آسمانی مذہب دین اسلام مختلف زبانوں اور مختلف قوموں میں آتا رہا اور اسی کی دعوت دی جاتی رہی، اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پورے عالم کے انسانوں کے لئے اسلام قیامت تک مقرر کر دیا گیا ہے تا کہ دنیا میں مذہب کے نام پر انسانوں نے جو غلط عقیدے اور ضابطۂ حیات خود مرتب کر لئے ہیں ان گمراہیوں اور جہالت سے انسانوں کو نکالا جائے اور تمام غلط نظریات اور تصورات کو مٹا کر صحیح نظریات اور صحیح تصورات کی تعلیم دی جاتی رہے۔

سوال:۔ کیا دین اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب بھی صحیح ہے؟

جواب:۔ دین اسلام کے علاوہ دنیا میں اب جتنے بھی مذاہب ہیں وہ سارے کے سارے غلط ہیں یا بگڑے ہوئے ہیں یا انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں، اور قیامت تک اسلام کے علاوہ جتنے مذہب انسان بنائے گا وہ باطل اور غلط ہوں گے، صرف دین اسلام ہی سچا اور صحیح مذہب ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

سوال:۔ کیا بیان کردہ چار ضرورتیں دین اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں نہیں؟ اگر نہیں ہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ دنیا میں ایسے مذاہب بھی ہیں جن کو ان کے مذہبی پیشواؤں نے اپنے دماغ سے بنا کر مذہب کا نام دے دیا ہے، یا پھر ان کے پیروں نے ان کی زندگی کے بعد مذہب کی شکل دے دی ہے اور جو مذاہب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں آسمانی مذہب بن کر آئے تھے ان کی اصلی شکل پوری طرح بگڑ چکی ہے اور ان کی صحیح تعلیمات اب

باقی نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں منسوخ کر دیا ہے، اسلام کے سوا کسی مذہب میں اس کی ضرورت کی جو بنیادی چار باتیں ہیں وہ یا تو بالکل ہی نہیں یا پھر نامکمل ہیں۔

(۱) دوسرے مذاہب میں مخلوق اور خالق کا صحیح تصور ہی باقی نہیں ہے بلکہ توحید کے ساتھ شرک کو ملا دیا گیا ہے، ان مذاہب میں نہ تو مقصد زندگی سے صحیح واقفیت ہے اور نہ مرنے کے بعد کی زندگی کا صحیح تصور موجود ہے۔

(۲) دوسرے مذاہب میں روحانی تربیت کی بھی نہ صحیح تعلیم ہے اور نہ صحیح طریقہ، چنانچہ کوئی مذہب گوشت نہ کھانے کو، کوئی پہاڑوں پر نیم برہنہ بیٹھنے کو، کوئی مراقبہ میں بیٹھ کر کچھ دیر تپسیا اور دھیان کرنے کو، کوئی خاص قسم کا لباس پہننے کو، کوئی جسم و جان کو مصیبت میں مبتلا کرنے کو، کوئی انسانوں سے دور جنگلوں میں زندگی گذار کر سنیاس لینے کو اور کوئی شادی نہ کر کے نن سسٹر، نن برادر اور پادری بننے کو رہبانیت اختیار کرنے کو ہی روحانیت کی تربیت کا طریقہ سمجھتے ہیں، حالانکہ ترک دنیا اور رہبانیت انسانی فطرت کے خلاف حرکت ہے۔

(۳) دین اسلام کے سوا کسی مذہب میں ایمان کا عقیدہ صحیح اور خالص نہیں ہے، دوسرے مذاہب یا تو کفر اور شرک کی تعلیم دیتے ہیں یا پھر توحید کا دعویٰ کر کے شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔

(۴) مکمل اور فطری ضابطہ حیات و اخلاق کے قوانین اور آداب سوائے دین اسلام کے کسی کے پاس نہیں، دوسرے تمام مذاہب میں زندگی کے اصول، ضابطے اور قوانین یا تو نامکمل اور غیر فطری ہیں یا ہیں ہی نہیں، وہ انسانی قانون یا حکومتی قانون کو اپنا ضابطہ حیات بنا لیتے ہیں۔

سوال:۔ بہت سے لوگ جو سائنس کا علم رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ 'سائنس کی روشنی میں مذہب کا کوئی تصور ہی نہیں'، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ بہت سارے نادان لوگ سائنس سے مذہب کو غلط ثابت کرتے ہیں اور وہ مذہب کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے، ان کے نزدیک مذہب کا تصور ایک دقیانوسی تصور ہے، یہ ایک غلط خیال ہے جو ان کو گمراہی میں ڈالتا ہے، مذہب اور سائنس دونوں علاحدہ علاحدہ چیزیں ہیں، سائنس اور مذہب کا تقابل نہیں کیا جاسکتا، سائنس صرف مادّی یعنی

جسمانی دنیا کی ہی حد تک معلومات دے سکتی ہے اور مادّی وجسمانی سامان ہی مہیا کر سکتی ہے، مثلاً ٹیلی فون، ریڈیو، ٹی وی، ایکسرے مشین، ریل گاڑی، موٹر، ہوائی جہاز، تیز رفتار گاڑیاں، نئے نئے ہتھیار وغیرہ وغیرہ، اور جو چیزیں نظروں سے غائب ہیں ان پر کوئی معلومات نہیں دے سکتی، مثلاً اللہ کی ذات وصفات، روح، فرشتے، وحی، جنت، دوزخ، مقصدِ زندگی، حرام وحلال، جائز وناجائز وغیرہ، غرض یہ کہ انسان سائنس سے صرف اپنی مادّی اور جسمانی ضرورتیں ہی پوری کر سکتا ہے، اس کے برعکس مذہب مادّی اور جسمانی ضرورتوں میں بھی رہبری کرتا ہے اور روحانی معلومات مہیا کرتا ہے اور روحانی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

مذہب ہمیشہ ان عقائد کو زیر بحث لاتا ہے جن پر زندگی کی کامیابی وناکامی کا دارو مدار ہوتا ہے، ان نظریات پر بحث نہیں کرتا جن کا تعلق سائنس سے ہے، مثلاً مذہب یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کیا ہیں؟ وہ ذات وصفات میں کیسا ہے؟ شرک اور کفر کیا ہے؟ اللہ کی عبادت واطاعت کیسے کی جائے؟ آخرت کیا ہے؟ جنت ودوزخ کیسے ہیں؟ فرشتے کون ہیں اور ان کا کام کیا ہے؟ دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ کونسا پانی پاک ہے اور کونسا ناپاک ہے؟ کس پانی سے طہارت حاصل کی جا سکتی ہے اور کس سے نہیں؟ کونسا مال حرام ہے اور کونسا حلال؟ وغیرہ، مذہب یہ تمام چیزیں بتلاتا ہے، مگر یہ بحث نہیں کرتا کہ پانی کتنی قسم کے گیاسوں سے بنتا ہے؟ اس کے اجزاء کیا کیا ہیں؟ عمارتیں بنانے کا طریقہ کیا ہے؟ تیز رفتار گاڑیاں بنانے کا طریقہ کیا ہے؟ شکر بنانے کے اصول کیا ہیں؟ غرض سائنس اور مذہب دونوں کے دائرۂ کار اگرچہ الگ الگ ہیں لیکن تضاد اور ٹکراؤ نہیں ہے؛ بلکہ صحیح تحقیق کے ذریعہ مذہب کی حقانیت پر سائنس دلائل فراہم کرتی ہے۔

تمت بالخير

☆☆☆☆☆

تعلیم الایمان کے تمام حصوں کا مطالعہ کیجئے اور اس کو پھیلایئے۔